New Era Magazine

دھڑکنیں

نیو ایرا سپیشل

ازقلم زمر الٰہی

www.newerapublications.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ویب اسپیشل ناول)

دھڑکنیں

از قلم زمرالٰہی

(قسط_12-19)

زمرالٰہی نے یہ ناول(دھڑکنیں)صرف اور صرف نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھا ہے۔اس ناول(دھڑکنیں)کے تمام جملہ وحقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیوایرا میگزین (New Era Magazine)کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے،ڈائجسٹ،سوشل میڈیا،ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ:نیوایرا میگزین

****

Copyright by New Era Magazine

رمیسا کے ہاتھ کی سختی پہ تابش کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔اسے یقین نہ آیا کہ رمیسا نے اس پہ ہاتھ اٹھایا۔شاہ زیب نے تیزی سے رمیسا کو اپنے پیچھے چھپا لیا تھا۔

"رمیسا تم۔۔۔۔۔؟"حیرت اور توہین کے احساس سے اس کا چہرہ ایک دم سے سرخ پڑ گیا تھا۔رمیسا طنز سے مسکرائی۔وہ شاہ زیب کے پیچھے کھڑی رمیسا کے ہونٹوں پہ پھیلتی مسکراہٹ دیکھ سکتا تھا۔

"کیوں تمہیں کیا لگا کہ تم میرے گھر میں آ کے مجھے پکڑنے یا میرے شوہر سے جھگڑنے کی کوشش کرو گے اور میں تمہیں پھولوں کا ہار پہناؤں گی؟۔۔۔۔نہیں میں تم لوگوں کا منہ توڑ دوں گی۔یاد کروا بھی اسی ہفتے کی بات ہے تم نے میری ماں کے بارے میں کیا کہا تھا؟کس منہ سے آئے ہو گھٹیا انسان۔"اس کے درشتگی سے پوچھنے پہ اب کی بار شاہ زیب کو جھٹکا لگا تھا۔اس نے مڑ کر رمیسا کو دیکھا تو اس سے نظر چورا کر تابش کو گھورنے لگی۔تابش نے گال ہٹا کر قدم اس کی جانب بڑھائے تو درمیان میں کھڑے شاہ زیب نے فوراً اسے پیچھے دھکیلا تھا۔

"اور تم بھی یاد کرو رمیسا کامران کہ کیسے تم میرے پیچھے دم ہلاتی پھرتی تھی۔۔۔۔تب بھی تو یہی میں تھا۔اب کسی انجان نے(اس کے انجان کہنے پہ شاہ زیب نے ہونٹ

Copyright by New Era Magazine

بھینچ لئے تھے۔رمیسا ہنسی۔)تمہاری ماں کی پارسائی کا جھوٹا دعویٰ کیا اور تم اس کی باتوں میں آ گئی"۔وہ ہنس تھا۔

"پوچھو اپنے اس نقلی شوہر سے کہ اتنے سالوں سے کہاں تھا۔؟اسے پہلے کیوں کبھی تمہارا خیال نہیں آیا۔"اونچی آواز میں بولتا وہ کوئی احمق لگ رہا تھا۔شاہ زیب نے دانت پیستے جھٹکے سے اس کی گردن دبوچ کر اپنے چہرے کے قریب کی۔اور دانت پیستے کہا تھا۔

"میرے سامنے میرے گھر کی عورتوں کے بارے میں بدالفاظی کرنے کی آئندہ جرت بھی مت کرنا۔اس گھر کے باہر اور میرے پیچھے جو بولنا ہے بولو۔لیکن اگر میرے کانو میں میری عورتوں کے بارے میں ایک لفظ بھی پڑا تو میں تم لوگوں کو ایسی جگہ لے جا کر ماروں گا کہ چیل کوئے تک قریب جانے سے ڈریں گے۔"کہتے اس نے اسے دور دھیکلا تو وہ زمین پہ گرا تھا۔وہ فوراً اٹھ کر اس کی جانب لپکا۔

"آنکھیں پھیر لینے سے سچ نہیں بدلے گا۔"وہ پھر سے بولا تھا۔اس کے الفاظ کا جیسے اس پہ اثر ہی نہیں ہوا تھا۔شاہ زیب نے سختی سے مٹھیاں بھینچ لیں۔رمیسا نے تیزی سے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور پھر گھر کی جانب مڑ گئی تھی۔اس کے ہاتھ پکڑنے پہ شاہ زیب نے چونک کر اس کو دیکھا تھا۔سارا غصہ جیسے ریت کی طرح ثابت ہوا تھا۔اس

Copyright by New Era Magazine

کے ہاتھوں کا لمس اس کے اندر کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کافی تھا۔اس بات کا احساس اسے اس کے ساتھ چلتے بڑی شدت سے ہوا تھا۔

پیچھے کھڑا تابش نفرت سے بکتا جھکتا باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

اندر آتے ہی رمیسا نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور پھر بغیر کسی طرف دیکھے وہ تیزی سے سڑھیاں چڑھتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔شاہ زیب نے آستین واپس موڑتے اسے جاتے دیکھا اور پھر میز سے اپنی چیزیں اٹھانے لگا تھا۔مریم میز سے کھانے کے برتن سمیٹنے آئی تو اس نے کچھ سوچ کر اسے روک لیا۔

"خادم سے کہو آج میرے بغیر ہی آفس جائے۔میں کچھ دیر میں آکر ڈیل فائنل کروں گا۔"اس کے کہنے پہ اس نے سر اثبات میں ہلایا تو وہ واپس آستین موڑتا تیزی سے سڑھیاں چڑھتے رمیسا کے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔

اس کا کمرہ لاک نہیں تھا بس بند تھا۔اس نے کچھ جھجک کر دروازے پہ دستک دی تو رمیسا کی سرد مہر سی آواز گونجی تھی۔

"آجائیں۔۔۔۔"اس کے کہنے پہ وہ دروازہ دھکیلتا اندر داخل ہو گیا۔وہ کھڑکی کے سامنے سینے پہ بازو لپیٹے،ترچھی سی اسی طرف دیکھ رہی تھی۔اس کو سامنے دیکھ کر رمیسا

Copyright by New Era Magazine

نے نظر کا زوایہ واپس باہر کی جانب موڑ لیا تھا۔ شاہ زیب گلا کھنکھارتا اس کی جانب بڑھ گیا۔

"ایسے کھڑی کیا سوچ رہی ہیں؟" اس کے سوال پہ رمیسا کے گال پھر سے نم ہوئے تو اس نے سر نفی میں ہلاتے گال رگڑے تھے۔ شاہ زیب نے اسے کندھے سے پکڑ کر اپنی جانب گھماتے اس کے ہاتھ پکڑ لئے تھے۔

"رونے کے لئے آپ کو کسی ایک کمرے کی ضرورت نہیں ہے ریا کہ جہاں آپ چھپ کر اور سسک سسک کر رو سکیں۔" نرمی سے کہتے اس نے ذرا سا گھٹنوں پہ جھکتے اس کے نم گال صاف کرتے اس کی بھوری آنکھوں میں جھنکا تو رمیسا اسے قریب دیکھ کر فوراً دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔ شاہ زیب سیدھا کھڑا ہوتا پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے باہر دیکھنے لگا۔

"میں اس لئے پہلے نہیں آیا تھا کہ تب ابھی مجھے خود کو سنبھالنا تھا۔ میں جزباتی یا ذہنی طور پہ اس قابل نہیں تھا کہ فوراً آ سکتا۔ بابا کے بعد مجھے بہت وقت لگا تھا سنبھلنے میں۔" کھڑکی سے باہر دیکھتے وہ گھمبیر لہجے میں کہتا تابش کی بات کا جواب دے رہا تھا۔ رمیسا بھیگی نظروں سے اسے دیکھا۔

Copyright by New Era Magazine

"ہاں پر میرا کیا۔۔۔آپ جلدی آجاتے تو مجھے ان لوگوں کے ساتھ اتنا عرصہ نہ رہنا پڑتا اور نہ ہی میں آج اتنا سفر کر رہی ہوتی۔۔۔۔آپ نے تو سنبھلنے میں آدھی زندگی لگادی شاہ زیب۔" دھیمی آواز میں بولتی اس سے شکوہ کر رہی تھی۔شاہ زیب نے افسردگی سے نظر گھما کر اسے دیکھا تھا۔بولا تو اسے اپنا لہجہ انجان لگا تھا۔

"اگر میں جلدی آجاتا تو کیا۔۔۔۔"وہ لمحے کو رک کر اس کی اٹھی آنکھوں میں دیکھتا رہا تھا۔پھر نظر جھکا کر بوٹ سے فرش پہ ان دیکھی لکیریں کھینچی۔"کیا۔۔۔آپ قبول کر لیتی؟"اس کے لہجے میں خوف کا احساس بڑا واضح تھا۔رمیسا نے چونک کر اس چھ فٹ سے نکلتے خوبرو شخص کو دیکھا تھا۔وہ اس کے سوال پہ گہرا سانس بھر گئی تھی۔

"میں سچ کو قبول کرنے سے نہیں ڈری شاہ زیب۔۔۔دیر سے پتا چلنے پہ غمگیں ہوں۔۔۔پہلے پتا چلتا تو شائد میں آخری۔۔۔۔"آخر میں اس سے الفاظ ادا نہیں ہوئے تھے۔شاہ زیب نے سر جھٹکا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔۔۔شائد ہمارے درمیان سچائی کا ہی تعلق ہے ہمیشہ سے۔"اس کے خوبصورت مگر چونک جانے والے چہرے پہ آخری نظر ڈالتا وہ دروازے کی جانب بڑھ گیا تھا۔رمیسا نے بے اختیار اسے روک لیا۔

"آپ کو میری کوئی بات بُری لگی ہے شاہ زیب؟"اس کے سوال پہ وہ مسکرا کر مڑا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"میں آپ سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتا میرے دل۔"اس کے طرزِ تخاطب کے ساتھ جان لٹاتی نظروں نے رمیسا کو ٹھہر جانے پہ،رک جانے پہ اور نظر جھکا لینے پہ مجبور کر دیا تھا۔وہ بہم سا مسکرا کر تیزی سے باہر نکل گیا۔وہ گیا تو رمیسا تیزی سے جانے کیوں مگر دروازے کی جانب بھاگی تھی۔اس نے تیزی سے دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔وہ اس کی جانب پشت کئے سڑھیاں اتر رہا تھا۔اس کے قدم اعتماد لئے ہوئے تھے مگر اس کا سر جھکا ہوا تھا۔اس کے چوڑے شانے مضبوط اور اٹھے ہوئے تھے۔مگر مٹھیاں بھینچی ہوئی تھیں۔وہ سڑھیوں پہ سے اوجھل ہوا تو وہ ریلنگ کی جانب بڑھی تھی۔وہ اسے باہر تک جاتا دیکھنا چاہتی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ آفس آیا تو اس کے روم کے باہر اسے خادم ٹہلتا ہوا نظر آ گیا تھا۔خادم اسے دیکھ کر تیزی سے اس کی جانب بڑھا۔

"تمہارے چہرے سے ایسے کیوں لگ رہا ہے خادم جیسے دو سوپر پاوورز کی جنگ چھڑنے والی ہے؟ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ بغیر کوٹ کے قمیض کے آستین موڑے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے کے سامنے رکا تھا۔خادم نے نظر جھکالی۔

Copyright by New Era Magazine

"باس۔۔۔آج پانی زیادہ پیجئے گا۔میں نے گلاس آپ کی ٹیبل پہ رکھ دیا ہے۔اور اگر غصہ آئے تو کنٹرول کرنے کی کوشش کیجئے گا۔"اس کی بہکی بہکی باتوں پہ شاہ زیب کے ماتھے پہ بل نمودار ہوئے تھے۔

"آج صبح ہی صبح احمقوں والی باتیں کیوں کر رہے ہو؟اور میٹنگ کا کیا بنا؟"سختی سے کہتے وہ پوچھتا بلوری دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا تو خادم بھی ہونٹ بھینچ کر پیچھے داخل ہو گیا تھا۔آفس میں داخل ہوتے ہی شاہ زیب کے ماتھے پہ بل نمودار ہوئے۔جبکہ سامنے کھڑا شخص اسے دیکھ کر چہرے پہ جلا دینے والی مسکراہٹ لئے اس کی جانب بڑھا تھا۔

"میرا بھائی۔۔۔میرا پیارا بھائی۔"عطاء پر جوش سا اپنے دونو بازو کھولے اس کی جانب لپکا تو شاہ زیب نے سرئت سے بازو سے اسے دور رہنے کا اشارہ کرتے خادم کو گھورا تھا۔

"تمہیں میں بعد میں پوچھتا ہوں۔"دانت پیس کر اس نے کہا تو خادم نے فوراً نظر جھکا لی تھی۔عطاء نے مسکراتے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تھا۔شاہ زیب کی گردن میں ایک گلٹی ابھر کر غائب ہوئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"کس لئے آئے ہو؟" سرد مہری سے پوچھتے اس نے اس کا ہاتھ اپنے کندھے سے جھٹک دیا تھا۔ عطاء نے جیسے افسوس سے اسے دیکھا۔

"اتنے سال بعد اپنے بھائی سے مل رہے ہو۔ کچھ تو خوشی دکھاؤ۔ شازیب اپنی کرسی کی جانب بڑھا تو وہ بھی بولتے میز کے سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا۔

"جلدی سے مطلب کی بات کرو۔ اور چلتے بنو۔ تمہاری فضول بکواس کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"جانتا ہوں۔۔۔۔ وہ افسردہ ہوا۔" لیکن میں بس یہ بتانے آیا ہوں کہ حویلی والے تمہاری واپسی سے واقف ہو گئے ہیں۔ شاید ایک دو روز میں چکر لگے۔ اس کا اشارہ وہ سمجھ گیا تھا۔ اس نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تو عطاء نے فوراً ہاتھ اٹھائے۔

"لالہ قسم کھاتا ہوں میں نے کچھ نہیں بتایا۔ اس کے ہاتھ اٹھانے پہ شاہ زیب کا دل چاہا وہ اس شخص کا سر کھول دے۔ خادم نے گہرا سانس لے کر اپنے باس کو دیکھا جس کا چہرہ ضبط سے سرخ پڑ رہا تھا۔ اس کے ماتھے کی رگیں بتا رہی تھیں وہ دانت پیس رہا ہے۔

"میرے خیال میں تم بات کر چکے ہو۔" اس کی بات کے جواب میں ضبط کرتے اس نے کہا تو عطاء نے غور سے اسے دیکھا تھا۔

"ہم سے اتنی نفرت کرتے ہو کہ چند لمحے بات تک کرنا گوارا نہیں۔"

Copyright by New Era Magazine

"مجھے کسی سے نفرت نہیں۔اور نہ ہی میرے پاس کسی ایسے جزبے کے لئے وقت ہے۔اب جاؤ مجھے کام کرنے دو۔"ایک فائل کھول کر اس نے سامنے کی تو عطاء سر جھٹک کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"بی بی جان بہت بیمار ہیں۔کچھ روز قبل ہارٹ اٹیک آنے سے ہسپتال تک جا پڑی تھیں۔۔۔تم ان کے اکلوتے ہوتے ہو۔جا کر مل لو۔۔۔۔کیا پتا تمہارا دل کچھ پر سکون ہو جائے۔"اس کی بات پہ شاہ زیب کچھ نہیں بولا تھا۔نظر جھکائے کام میں مصروفیت ظاہر کرتا رہا تھا۔عطاء چند لمحے رک کر چلا گیا تھا۔وہ نکلا تو شاہ زیب نے میز پہ ڈھک کر رکھا گلاس ہونٹوں سے لگا لیا تھا۔خادم نے گہرا سانس لیا۔اب آگے وہ کیا کرے گا وہ جانتا تھا۔

اس نے گلاس خالی کر کے پوری قوت سے زمین پہ دے مارا تھا۔گلاس ایک آواز کے ساتھ کئی ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا۔خادم نے اسے بغور دیکھا جو گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔

اس کا غصہ،ناراضی اور نفرت کسی گرم لاوے کی طرح اس کے اندر پک رہی تھی۔وہ بڑی مشکل سے خود کو روکتا تھا۔مگر حویلی والوں کی ایک جھلک اس کی برداشت کو آخری حد تک لے جاتی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

اگر وہ ایسا ہی رہا تو شائد وہ ں نفسیاتی مریض بن جائے۔اس کے اندر کا غم و غصہ نکلنا بہت ضروری تھا جو اس نے کئی سال سے اپنے اندر دبا رکھا تھا۔اس شخص کو کھولنا بہت ضروری تھا۔

خادم سوچ کر باہر ں نکل گیا تھا۔اسے یہ سب نگارش کو بتانا تھا۔

دوپہر سکندر ہاؤس پہ کسی نوخیز دلہن کی طرح اتری تھی۔کچن سے گرم کھانے کی خشبو لاؤنج تک آرہی تھی۔اور وہ لاؤنج کی سڑکیوں پہ کھڑی سر اٹھائے اس وسیع گھر کو دیکھ رہی تھی جسے اس کو دیکھنے کا کل سے موقع نہیں ملا تھا۔

"وہ صبح شاہ زیب کے جانے کے بعد سوچتے سوچتے سو گئی تھی۔اور جب آنکھ کھلی تو دوپہر کے دو بج چکے تھے۔وہ کمرے سے نکل کر کسلمندی سے چلتی صوفے پہ جا بیٹھی تو مریم نے سر نکال کر کچن سے جھانکا تھا۔

پھر مسکرا کر اس کی طرف آئی۔

"میم کچھ کھانے کے لئے لاؤں؟آپ نے تو ناشتہ بھی ٹھیک سے نہیں کیا۔۔۔ابھی سر کی کال آئی تھے۔آپ کا پوچھ رہے تھے۔وہ بتاتی اس کے سامنے صوفے پہ جا بیٹھی تھی۔رمیسا نے نرمی سے مسکرا کر پاؤں صوفے پہ چڑھا کر گھٹنے پہ تھوڑی ٹکالی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"تم مجھے میم کیوں کہتی ہو؟ مجھے رمیسا بولو۔ میم سن کر ایسے لگتا ہے جیسے میں ایک دم سے ساٹھ سال کی کو گئی ہوں۔ اس کی بات پہ مریم شرما سی گئی تھی۔

"شروع سے ہی چیئرومن اور سر کا نام لینے کی عادت نہیں ہے نا۔ میرے بابا اور مما بھی سکندر گروپ میں کام کرتے ہیں۔" وہ ہاتھ دیکھتی بتا رہی تھی۔ رمیسا سر ہلا کر سر گھما کر گھر کو دیکھنے لگی تھی۔ پھر مریم کو مخاطب کیا۔

"شاہ زیب کا کمرہ کونسا ہے؟"

"آپ کے کمرے کے ساتھ والا۔" اس نے بتایا تو وہ اٹھ کر ایڑھیوں پہ کھڑی ہو گئی تھی۔

"آپ کھانا کھائیں گیں؟" اس کو دیکھتے اس نے پوچھا تو وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتی سر نفی میں ہلا کر سڑھیوں چڑھ کر دوسرے فلور کی طرف بھاگی تھی۔ مریم گہرا سانس لیتی کچن کی جانب بڑھ گئی۔ جبکہ رمیسا گھوم پھر کر گھر دیکھ رہی تھی۔

پرانے دروازے جب مقفل نظر آئیں تو سمجھو کہ یہ محض دروازہ بند نہیں ہے کسی کی پوری زندگی کی کتاب ہے جو بند ہے۔ پہلا صفحہ کھولتے ہی سب سامنے آنے لگے

Copyright by New Era Magazine

گا۔اس نے دروازہ دھکیل کر کھولا تو سدرہ کی یادوں کا پہلا صفحہ بھی کھل گیا تھا۔رمیسا نے گرد آلود زمین پہ قدم جمایا تو شاہ زیب کے جوتے اپنا نشان چھوڑ گئے۔

یہ ایک وسیع کمرہ تھا۔ایک بڑا بیڈ اس کے ساتھ خوبصورت سائڈ ٹیبلز،پر اں ا مگر خوبصورت ڈریسنگ ٹیبل بڑی دیوار گیر واڈروب۔اور اس کے ساتھ ہی قد آدم کھڑکیاں جو مقفل تھیں اور جن پہ سفید پرانے مگر نفیس ریشمی پردے ڈالے تھے۔کمرے کو بڑی محبت سے آراستہ کیا گیا تھا۔وہاں موجود ہر چیز سے سجانے والے کی محبت جھلک رہی تھی۔رمیسا کا دل بوجھل ہونے لگا۔اور آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے تھے۔وہ قدم قدم چلتی ڈریسنگ کے سامنے رکی اور شیشے کے سامنے کھڑی چند پل شیشے کو بھیگی نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔اس میں اس کا عکس دھندلا تھا۔

تو اس کی ماں اس شیشے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے بال بناتی تھیں؟وہ یہاں اس کمرے میں رہا کرتی تھیں؟اس کے گالوں پہ سے نمی بہتی قطرہ قطرہ گرد آلود فرش پہ گرنے لگی تھی۔اس نے ہاتھ بڑھا کر شیشے کو چھو کر دیکھنا چاہا تو ایسے لگا اس کی ماں نے شیشے سے ہاتھ نکال کر اس کی جانب بڑھایا تھا۔وہ مسکرا رہی تھیں۔رمیسا کو ان کی آنکھوں میں اپنا عکس نظر آیا۔اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو تھم سے گئے اور وہ لمحے کی قید میں جیسے ٹھہر سی گئی تھی۔لیکن لمحہ تو محض بلبلے کی طرح سے ثابت ہوا تھا۔ایک دم سے پھٹ کر

Copyright by New Era Magazine

ہوا میں تحلیل ہو گیا۔اس نے چونک کر اپنے اطراف میں گردن گھمائی آنکھوں کے کلاروں پہ جمع آنسو پھر سے بہتے اس کی گالوں پہ لڑھک گئے تھے۔اس کے قدم فرش پہ جم گئے تھے اس نے شیشے پہ ہاتھ پھیر کر لمس کو پھر سے محسوس کرنا چاہا مگر اب سب بدل گیا تھا۔وہ کئی لمحے وہاں کھڑی حیران سی نم آنکھوں سے اطراف میں دیکھتی رہی تھی۔

"مجھے آپ کے وعدے کو پورا کرنے پہ تعریف کرنی چاہیے یا شکوہ سمجھ نہیں پا رہی" چائے کا کپ ہاتھ سے میز پہ رکھتے اس نے سامنے بیٹھے شاہ زیب سے کہا تو وہ مسکرایا تھا۔وہ لوگ کانٹریٹ سائن کرنے کے لئے ایک ریستوران میں مل رہے تھے۔ساتھ میں ان کے سیکٹریز تھے۔شاہ زیب صبح سے کافی مختلف لگ رہا تھا۔

"میں سمجھا نہیں۔۔۔" وہ سچ میں نہیں سمجھا تھا وہ کیا کہہ رہی ہے۔ایمان نے سیاہ کھلے بال کان کے پیچھے اڑستے گہرا سانس لیا۔وہ سیاہ فارمل سوٹ میں کھلے سیاہ بالوں کے ساتھ کانوں ہلکے میک اپ میں ہمیشہ کی طرح اچھی دکھ رہی تھی۔

"آپ نے مجھے پھول بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔اور یہ بھی کہا تھا کہ اگر وقت ملا تو کل مجھ سے ملنے آئیں گے۔لیکن آپ نہیں آئے مگر پھول بھیج دئے۔میں تو لانچ ساتھ میں کرنے

Copyright by New Era Magazine

کا سوچے بیٹھی تھی۔"اس کے اندازِ گفتگو پہ خادم جو کہ شاہ زیب کے ساتھ بیٹھا تھا کچھ غیر آرامدے ہوا تھا۔شاہ زیب کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ رینگ گئی۔اس نے چائے پرچ سمیت اٹھاتے کپ کو بغور دیکھتے کہا تھا۔

"میں معافی چاہتا ہوں۔۔۔۔"

"تو آپ کوئی جواز نہیں دیں گے۔اس کے صاف مان جانے پہ وہ مسکرائی تھی۔اس کی سیاہ آنکھوں میں نرم اور سنہری روشنی واضح تھی۔شاہ زیب نے خاموشی سے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا کر الگ کیا پھر گلا کھنکھارتے ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائی۔

"سچائی سے وقت ضائع نہیں ہوتا۔آپ تو جانتی ہیں بزنس میں وقت پیسے سے زیادہ اہم ہے۔"اس کی صاف گوئی پہ وہ محظوظ سی ہوئی تھی۔

"میں نے کسی سے سنا تھا کہ آپ وقت کی بہت قدر کرتے ہیں۔اور وعدے کر کے کبھی نہیں بھولتے۔آج بات کر کے مجھے اس بات پہ یقین آگیا ہے۔"ایمان کے کہنے پہ وہ بہم سا مسکرایا اور پھر چائے کا گھونٹ لے کر خاموشی سے بائیں جانب موجود کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا تھا۔وہ اسے کہہ نہیں سکا کہ اس نے سب سے زیادہ وعدے ٹوٹتے اور وقت کو ظالم اور بے لحاظ دیکھا ہے۔یہ وقت تھا جس نے اس سے بہت کچھ لیا

Copyright by New Era Magazine

تھا۔ایمان اس کے جواب کی منتظر رہی مگر شاہ زیب سکندر کا دھیان اس محفل سے ہٹ چکا تھا۔خادم نے گلا کنکھار کر ایمان کو متوجہ کیا تھا۔

"میم۔۔۔میری وائف آپ کی ایجنسی سے بہت انسپائر ہے۔"اس نے بات بدلتے کہا تو ایمان مسکرائی تھی۔

"کیا نام ہے آپ کی وائف کا۔؟"

"مرہم نور۔۔۔۔"نام لیتے اس کے ہونٹوں پہ بہم سی مسکراہٹ چھو گئی تھی۔شاہ زیب نے چہرہ ترچھا کر کے خادم کو دیکھا تھا۔خادم شرمندہ ہو گیا۔وہ جب جب نرم لہجے میں بولتا شاہ زیب اسے ایسے ہی دیکھتا تھا۔خادم نے گلا کنکھارا۔

ایمان نے مسکرا کر پرس سے انوٹیشن کارڈ نکال کر شاہ زیب کی جانب بڑھایا تو اس نے پکڑ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔وہ مسکراتی ٹھ کھڑی ہوئی۔ساتھ ہی خاموش بیٹھی ثنا نے بھی پرس سنبھالا تھا۔

"کل میرے ڈیڈ کی برتھ ڈے ہے۔اور یہ اسپیشل انویٹیشن آپ کے لیے۔"شاہ زیب اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں آنے کی کوشش کروں گا۔"اس نے مدبرانہ انداز میں کہا تو ایمان نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

وہ مغرب کے قریب گھر واپس آیا تھا۔رمیسا لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی چلائے بیٹھی تھی۔ اس نے سر پہ نماز کی صورت دوپٹا لے رکھا تھا۔وہ ابھی تک کل والے لباس میں تھی۔مریم کچن میں کھانا بنا رہی تھی۔اس نے رمیسا سے اس کی کھانے میں پسند پوچھی تو رمیسا نے بے زاری سے کچھ بھی بنا لینے کو کہا تھا۔جس پہ مریم نے اس کا سوگوار سا موڈ دیکھ کر مذید سوال نہیں کیا تھا۔اور عقلمندی سے قیمہ بریانی بنالی تھی۔کہ بہر حال بریانی تو ہر پاکستانی کو پسند ہے۔

وہ لاؤنج کا دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا تو اس کے بوٹوں کی مخصوص دھمک پہ رمیسا نے یوں ہی بیٹھے بیٹھے گردن ترچھی کر کے اسے دیکھی تھی۔شاہ زیب کی سیدھی نظر رمیسا پہ پڑی تو اس کی بھوری تھکی آنکھوں میں ایک دم سے نرم سا تاثر ابھرا تھا۔اور ساتھ ہی سنجیدہ چہرے پہ بہم سی مسکراہٹ پھیلی۔رمیسا نے مسکرانے کی کوشش نہیں کی۔وہ اس کی جانب بڑھا تو رمیسا نے صوفے سے ٹانگیں نیچے کر لی۔وہ اس کے برابر جا بیٹھا اور ساتھ ہی گھٹنوں پہ ہاتھ رکھتے زرا سا اس کی جانب گھوما تھا۔وہ اس سے دو ہاتھ کے فاصلے پہ بیٹھی سنجیدگی سے سامنے ٹی وی پہ نظر جمائے بیٹھی تھی لیکن وہ جانتا تھا وہ

Copyright by New Era Magazine

دیکھ نہیں رہی۔شاہ زیب کی خود پہ نظر محسوس کرتے رمیسا کی پلکیں لرزی تھیں۔شاہ زیب نے بغور اس کی شرارتی بھوری جھکی پلکوں کو دیکھتے گھمبیر لہجے میں پوچھا تھا۔

"کیسی ہیں؟"اس کے سوال اور لہجے پہ رمیسا کی پلکیں مذید لرز گئیں۔اس نے گلا کھنکھارا۔

"اگر صبح ٹھیک تھی تو ظاہر ہے اب بھی ٹھیک ہوں۔"پھیکے سے لہجے میں اس نے کہا تو شاہ زیب نے اسے یوں ہی دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"آپ صبح سے بہت مختلف لگ رہی ہیں اس لئے پوچھ رہا ہوں۔۔۔میرے پیچھے سے روتی رہی ہیں؟"اس نے سنجیدگی سے پوچھنے کے ساتھ بغیر سوچے سمجھے ہاتھ اس کی نم پلکوں کی جانب بڑھایا تو رمیسا نے گھبرا کر فوراً آنکھیں بھینچ لی تھیں۔شاہ زیب کے ہاتھ ہوا میں ہی رک گئے۔اس نے بغور رمیسا کو دیکھا تھا۔جس کی بھینچی آنکھیں اب بھی لرز رہی تھیں۔وہ مسکرا کر اس کا سر تھپکتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"اپنا خیال رکھا کریں رمیسا۔۔۔آپ کی کسی کو بہت ضرورت ہے۔پل بھر کو کھڑے، رک کر اس نے کہا اور پھر تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔رمیسا نے جھٹکے سے آنکھیں کھول کر اس کی چھوڑی پشت کو جاتے دیکھا تھا۔اس نے گہرا سانس بھر کر سر جھٹکا۔

Copyright by New Era Magazine

"میں نے آنکھیں کیوں بند کی تھیں؟" وہ بڑبڑا کر خود سے پوچھ رہی تھی۔

وہ جس وقت باہر آیا مریم کھانا میز پہ لگا چکی تھی۔اور رمیسا میز پہ بیٹھی اس کی منتظر تھی۔اس نے مریم اور خادم کو بھی کھانے کی میز پہ بلایا تھا لیکن مریم اور خادم منع کرتے انیکسی چلے گئے تھے۔وہ دونوان کے درمیان کباب میں ہڈی نہیں بننا چاہتے تھے۔کل تو انہوں نے رمیسا کے آنے کی خوشی میں کھانا کھالیا تھا۔لیکن ظاہر ہے اب روز ایسا ممکن نہیں تھا۔خادم یوں بھی اپنے گھر میں کھانا پسند کرتا تھا۔

"خادم اور مریم چلے گئے؟" رمیسا کے سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھتے اس نے پوچھا تو رمیسا نے اسے دیکھ کر سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"وہ نیلے ٹراؤزر پہ سفید آدھے آستینوں کی شرٹ پہنے نم بالوں کے ساتھ لگتا تھا نہا کر آیا ہے۔اس کے وجود سے اٹھتی تازہ خشبو ایسی تھی جیسی گہرے جنگل میں بارش میں منہ زور مینہ برسنے کے بعد، درختوں سے خشبو اٹھتی ہے۔دھیمی مگر روح میں اترتی۔ایسی کہ انسان اس خشبو کا عادی ہونے لگے۔رمیسا نے میز پہ دھرا پانی کا گلاس اٹھا کر منہ سے لگالیا۔

اس شخص کی چھاجانے والی خشصیت ایسی تھی کہ رمیسا اس کے اثر میں آنے لگتی تھی۔اور یوں بھی اس سے ایک یاد کا تعلق تھا۔وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے اپنا اپنا لگنے

Copyright by New Era Magazine

لگا تھا۔وہ اپنا جو نہ تو دوست ہوتا ہے،نہ محبوب اور نہ ہی عاشق۔وہ بس اپنا ہوتا ایسا اپنا جسے مجمعے میں دیکھو تو نہ چاہتے ہوئے بھی بے اختیار قدم اسی سمت اٹھیں۔جس کو نظر انداز کرنا مشکل ہوتا ہے۔

شاہ زیب نے گرم کھانے سے ڈھکن ہٹاتے رمیسا کے سامنے سے پلیٹ اٹھائی تو اس نے روکنا چاہا تھا۔

"مم۔۔۔میں لے لوں گی شاہ زیب۔"صبح بھی وہی اس کو توس پہ مکھن لگا کر دیتا رہا تھا۔شاہ زیب نے بہم سا مسکرا رتے پلیٹ بھر کر اس کے سامنے رکھی تو رمیسا نے ہونٹ بھینچ کر سامنے رکھی بھری پلیٹ کو دیکھ کر گہرا سانس بھرتے چمچ اٹھا لیا تھا۔شاہ زیب نے اپنی پلیٹ میں کھانا ڈالتے رمیسا پہ ایک نظر ڈالتے پوچھا تھا۔

"آپ نے بتایا نہیں دن کیسا گزرا۔وہ پچھلا ہی سوال دوہرا رہا تھا۔رمیسا نے گرم چاولوں میں چمچ ہلاتے نظر جھکائے شانے اچکائے۔

"کچھ ایسا نہیں کہ ڈسکس کیا جا سکے۔"اس کے لہجے میں افسردگی تھی۔

"ہو سکتا ہے ایسا کچھ نہ ہوا ہو۔لیکن کیا ایسا ممکن نہیں۔کہ جب ہم دونو گھر پہ موجود ہوں تو گھر گھر لگے۔ویسے ہی جیسے ہمارے بچپن میں ہوا کرتا تھا۔"اس کی بات پہ اس نے گلے میں آنسو اتارتے چمچ منہ میں زبردستی رکھا تھا۔کہ دل ہی اچٹ ہو گیا تھا

Copyright by New Era Magazine

کھانے سے۔اس کے ٹھنڈی سانس بھرنے پہ شاہ زیب کے کھانا کھاتے ہاتھ رک گئے تھے۔اس نے ہاتھ میں پکڑا چمچ پلیٹ میں رکھااور پھر رومیسا کو متوجہ کیا۔

"رمیسا آپ کی اداسی سے سوائے آپ کے بیمار ہونے کے کچھ نہیں ہو گا۔"

"توآپ کیاچاہتے ہیں میں قہقہے لگاؤں؟"وہ بھری آواز میں بولی تو شاہ زیب نے اپنا پانی کا گلاس کی جانب بڑھادیا تھا۔

"نہیں میرے دل۔۔۔۔لیکن آپ اس طرح بیمار پڑ جائیں گیں۔آپ کو اگر بابااور آنٹی ایسے دیکھتے تو رمیسا ان کا دل ٹوٹ جاتا، سمجھ رہی ہیں نا۔وہ غمزدہ ہوتے۔"

"اگر وہ زندہ ہوتے تو شاہ زیب میں کبھی اداس نہ ہوتی، کبھی نہ روتی۔آنسو نکل کر اس کے گالوں کو بھگو رہے تھے۔شاہ زیب نے ہونٹ بھینچ کر نظر اس کے چہرے سے ہٹا کر میز پہ جمالی تھی۔اس کو روتے دیکھنا بہت مشکل تھا۔

"ریا۔۔۔اللہ تعالیٰ نے ان دونو کی زندگی اتنی ہی لکھی تھی۔اگر آپ اداس رہیں گیں تو آپ ہمیشہ ذہنی تکلیف کا شکار رہیں گیں۔آپ نہیں جانتیں ماضی زہر کی طرح ہوتا ہے۔آہستہ آہستہ یادوں کی صورت وجود میں اترتا ہے۔اس نے ہاتھ اس کے ہاتھ پہ رکھتے نرمی سے تھپکا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"اور میں کم از کم آپ کو اس زہر کا شکار ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔اس کے لہجے میں بہت کچھ تھا جو رمیسا کو چونکا گیا تھا۔اس نے بھیگی آنکھوں سے شاہ زیب کو دیکھا تھا۔اس نے ہاتھ واپس اس کے ہاتھ سے کھینچتے چمچ اٹھالیا۔

"اپنا خیال رکھا کریں۔اور کل جب میں آپ سے پوچھوں کے رمیسا دن کیسا گزرا تو آپ مجھے بتائیں گیں۔اور ہم کل آپ کی یونیورسٹی جائیں گے۔آج پروفیسر جنید کی کال آئی تھی۔آپ کا پوچھ رہے تھے۔اس نے کہا تو رمیسا نے گال رگڑے تھے۔شاہ زیب نے گہرا سانس لیا۔

"رمیسا اس طرح رویا مت کریں۔اور یہ گالوں کو ایسے سختی سے مت رگڑا کریں زخمی ہو جائیں گے۔کہتے اس نے کھانے کی طرف اشارہ کیا تھا۔"کھانا شروع کریں۔آپ کے رونے کے چکر میں کھانا بالکل ٹھنڈا ہو گیا۔کہتے وہ خود کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔رمیسا نے شرمندہ سا ہوتے سر اثبات میں ہلایا۔

وہ کھانا کھا کر واک پہ گئے تھے۔شاہ زیب ٹراؤزرز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے اپنے پورے دن کی روٹین بتاتا رہا تھا جسے رمیسا نے خاموشی سے سنا تھا۔وقفے وقفے سے وہ بھی اس سے سوال کرتا رہا تھا جس کا جواب وہ دھیمی آواز میں مختصراً دے دیتی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"کل ایک پارٹی ہے۔آپ چلیں گی؟"لان میں چکر لگاتے اس نے پوچھا تو رمیسا نے سر نفی میں ہلایا تھا۔"میرا موڈ نہیں۔اور ویسے بھی میں وہاں جا کر کیا کروں گی۔"اس نے سہولت سے انکار کرنا چاہا تھا۔شاہ زیب نے چلتے سر جھکا کر اس کے پاؤں میں پہنا اپنا اوور سائڈز جوتا دیکھا تھا۔

"اگر میں کہوں کے مجھے پارٹیز میں جانا پسند نہیں۔لیکن جانا مجبوری ہے۔اور مجھے آپ کی مدد چاہیے تو؟"اس کے ہاؤں سے نظر ہٹاتے اس نے پوچھا تو رمیسا جو آسمان پہ جلتے آدھے چاند کو دیکھ رہی تھی۔اس نے چونک کر شاہ زیب کو دیکھا تھا۔

"آپ کو میری مدد چاہیے؟"اس نے حیرت سے پوچھا تھا۔"کیوں مجھے مدد نہیں چاہیے ہو سکتی؟"اس کی حیرت نے اسے محظوظ کیا تھا۔رمیسا نے سر جھٹکا۔

"مجھے لگا تھا آپ پرفیکٹ ہیں۔"اس نے معصومیت سے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنسا تھا۔ایسی ہنسی جسے سن کر کوئی بھی پریشان ہو جائے۔خود ترسی کا اظہار کرتی ہنسی۔اپنا مزاق اڑاتی۔اس نے ہنستے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"میں بہت ادھورا انسان ہوں ریا۔۔۔میرے پاس دولت کے علاوہ کچھ نہیں۔"اس کے لہجے میں کانچ کے ٹوٹنے جیسی کھنک تھی۔رمیسا اسے بغور دیکھتی رہی جو ہنستا آگے بڑھ گیا تھا۔رمیسا اس کی جاتی پشت کو دیکھتی بول پڑی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"کل میرے ساتھ شاپنگ پہ چلیں گے؟میرے پاس پارٹی میں پہننے کے لئے کپڑے نہیں ہیں۔اس کی آواز اور سوال پہ وہ ایڑھیوں پہ گھوما تھا۔پھر مسکرا کر ساتھ ہی سر اثبات میں ہلایا۔رمیسا یوں ہی فاصلے پہ کھڑی سینے پہ بازو لپیٹے بولی تھی۔

"میں مما کے روم میں شفٹ ہو گئی ہوں۔اس نے بتایا تو شاہ زیب نے سر ہلاتے اسے ہاتھ کے اشارہ سے قریب آنے کو کہا تھا۔رمیسا نے لمبا سانس بھرتے قدم اس کی جانب بڑھا دئے۔

"وہ روم آج بھی ویسا ہے جیسے سدرہ آنٹی کے آخری وقت میں تھا۔"

"جانتی ہوں۔"اس نے کہا تو شاہ زیب نے اس کے ساتھ چلتے خاموشی سے قدم گھر کی جانب موڑ دئے تھے۔

یہ منظر ایک کمرے کا تھا۔

وسیع وائٹ واشڈ کمرے میں رکھا سارا فرنیچر چوکلیٹ براؤن رنگ امپورٹڈ اور جدید تھا

"شہریار۔۔۔کل کے لئے کونسے کپڑے نکالوں؟"عشرت نے انہیں پوچھا جو آنکھوں پہ نظر کا چشمہ لگائے کرسی پہ بیٹھے کتاب پڑھ رہے تھے۔عشرت کے سوال پہ مصروف سے انداز میں بولے۔

Copyright by New Era Magazine

"کوئی بھی فارمل سا نکال دو۔بیگ صاحب کی برتھ ڈے ہے۔وہاں سبھی بزنس سرکل کے لوگ موجود ہوں گے۔انہوں نے بتایا تو عشرت سر ہلاتی واڈروب کی جانب بڑھ گئی تھیں۔

"آپ نے بی بی جان سے عصمت کے بارے میں بات کی تھی؟"

"کونسی بات؟"یقیناً وہ بھول گئے تھے عشرت نے واڈروب سے چہرہ نکال کر انہیں دیکھا۔

"شہریار آپ بھر بھول گئے؟۔۔۔۔کچھ دن رہ گئے ہیں ان کے ڈاکومینٹس جمع کروانے میں۔وہ خفا سی بولی تو شہریار صاحب نے کتاب بند کر دی۔اور کچھ رکھائی سے بیوی کو دیکھا۔

"عشرت تمہارا دماغ خراب ہے۔اس لئے میری بار بار کی سمجھائی بات تمہیں سمجھ نہیں آرہی۔"

"شہریار مجھے تو سمجھ آرہی ہے لیکن عصمت کا خواب ہے باہر جا کر پڑھنا اور آپ خود دیکھیں جو وہ پڑھنا چاہتی ہے وہ یہاں نہیں پڑھا رہے اور جو پڑھا رہے ہیں وہ اس قابل نہیں کہ اس پہ پیسہ برباد کیا جائے"۔ان کی منت پہ شہریار صاحب نے سر جھٹکا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"مجھے پیسے کی پروا نہیں۔۔۔اسے بولو پڑھنا ہے تو یہی رہ کر پڑھے ورنہ ایک رشتہ ڈھونڈر کھا ہے۔۔۔"

"اگر یہاں پہ بیٹا ہوتا تو آپ کیا تب بھی یہی کرتے؟۔۔۔۔آپ کی اور بی بی جان کی سختیاں میری بیٹیوں کے لئے ہی کیوں ہیں؟"وہ روتی پھٹ پڑی تھیں۔شہریار صاحب نے غصے میں انہیں دیکھا۔

"بکواس نہیں کرو کم عقل عورت۔"ان کے ڈانٹنے پہ وہ گال رگڑ کر تیزی سے باتھ روم کی جانب بڑھ گئی تھیں۔عالم شہریار کرسی سے اٹھ کر بیڈ کی جانب بڑھ گئے۔غصے سے ان کے ماتھے پہ بل پڑے تھے۔

"تم رمیسا سے ملنے گئے تھے؟"تابش ابھی آکر ناشتے کی میز پہ بیٹھا ہی تھا جب شہزاد صاحب نے پوچھا تھا۔کامران صحب بھی چونک گئے۔فاخرہ نے گہرا سانس لیا۔تابش نے سب سے نظر چورائی۔"نہیں میں کیوں جاؤں گا۔"اس نے فوراً سالن کے لئے پلیٹ اٹھاتے کہا تو شہزاد صاحب نے اسے بغور دیکھا تھا۔کامران صاحب بولے۔

Copyright by New Era Magazine

"تابش۔۔۔میں بار بار ایک بات نہیں کہوں گا۔تم اس معملے سے دور رہو۔ہم بڑے جانتے ہیں ہمیں کیا کرنا۔بلاوجہ اپنی عقل استعمال مت کرو۔"ان کے سختی سے کہنے پہ اس نے جو سالن کی پلیٹ اٹھائی تھی جھٹ میز پہ پٹخی تھی۔

"چاچو آپ لوگ کیا کریں گے مجھے اس پہ یقین نہیں۔پتا نہیں آپ لوگوں کو کس چیز کا انتظار ہے۔آپ لوگ چاہتے تو اسے روک سکتے تھے۔لیکن کسی نے کوشش نہیں کی۔اور اسے جانے دیا۔اب جبکہ وہ اس شخص کی تحویل میں ہے۔تو آپ لوگ پھر بھی ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔وہ پھٹ پڑا تھا۔فاخرہ نے اسے غصے میں گھورتے چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا۔وہ نہیں چاہتی تھیں۔کہ چھوٹی کزنز کے سامنے اسے چچا اور باپ سے مار پڑے کہ ان دونو کے چہرے سے یہی لگ رہا تھا۔

"میں تمہیں جو سمجھا رہا ہو۔ذہن کو کھول کر اسے سُنو۔اور اگر مجھے پتا چلا کہ تم ان کے گھر گئے تھے۔تو بیٹا میں تمہارا وہ حال کروں گا چلنے کے قابل نہیں رہو گے۔سمجھا دو فاخرہ اسے یہ بازرہے۔"شہزاد صاحب کے بے لچک لہجے کی سختی پہ تابش نے ڈھیٹ بنتے سر جھٹکا تو فاخرہ نے فوراً سر اثبات میں ہلایا تھا۔"میں سمجھا دوں گی شہزاد،کامران مجھے یقین ہے میرا بیٹا ایسا کچھ نہیں کرے گا۔"ان کے مطمئن کرنے پہ تابش نے پھر سے سر جھٹکا اور بڑبڑاتا کرسی کھینچ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"کھانا کھانا حرام ہے اس گھر میں۔" کرسی کو جانے سے قبل ٹھوکر مارنا نہیں بھولا تھا۔ سمبل نے افسوس سے اسے دیکھا تو کائنات اور فاطمہ نے ناگواری سے اس کی حرکت پہ ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ کامران صاحب نے گلا کھنکھارا تھا۔ شہزاد صاحب نے ناگواری سے بیٹے کو جاتے دیکھ کر بھائی کو یقین دلانے لگے۔

"پریشان مت ہو کامران وہ کچھ نہیں کرے گا۔ اتنا بے وقوف نہیں ہے۔ تم بس خلع کا کیس دائر کرو۔ باقی رمیسا کو وہاں سے کیسے لانا ہے۔ یہ مشکل نہیں ہو گا۔" ان کے سمجھانے والے انداز پہ کامران صاحب نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ کائنات نے چونک کر وہاں موجود سبھی افراد کو دیکھا۔

"کیا کرنے کا سوچ رہے تھے وہ لوگ؟ کیا اب وہ رمیسا کو اغواء کریں گے؟ اسے یقین نہیں آیا تھا۔ اس نے کھانے سے ہاتھ روکے باپ اور تایا کو دیکھا تھا۔ اسے اپنے کانوں پہ یقین نہیں تھا۔

وہ سیاہ سوٹ میں ملبوس، جیل سے بالوں کو سمیٹے ہمیشہ کی طرح چھا جانے والی شخصیت کے ساتھ اکڑوں بیٹھا اس کا منتظر تھا وہ تازہ دم سی آکر بیٹھی تو شاہ زیب کے دل کی دھڑکن بے قرار سی کر گئی۔ اس نے گلا کھنکھار کر متوجہ کیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"مجھے ایک دو اہم کاموں سے جانا ہے۔ بارہ بجے تک آپ یونیورسٹی سے فری ہو کر مجھے کال کر دیجئے گا۔ میں آپ کو پک کر لوں گا۔ وہ آ کر ناشتے کی میز پہ بیٹھی تو وہ جو اس کے انتظار میں بیٹھا ٹیبلٹ پہ لندن کا خبر نامہ چلائے سن رہا تھا۔ اس نے ٹیبلٹ بند کرتے کہا تو رمیسا نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر شربت گلاس میں بھرنے لگی۔ کل رات اس نے ڈھنگ سے ڈنر نہیں کیا تھا۔ اور پھر صبح شاہ زیب اسے زبردستی جوگنگ پہ لے گیا تھا۔ اب بھوک سے اس کا برا حال تھا۔ وہ بالکل بھی خالی پیٹ یونیورسٹی نہیں جانا چاہتی تھی۔ آج تو یوں بھی اسے پروفیسرز سے ملنا تھا۔ اس نے سوچ کر سر جھٹکا۔

وہ جوس پی رہی تھی جب شاہ زیب نے توس پہ مکھن لگاتے اس کے سامنے کی پلیٹ میں رکھا تھا۔ رمیسا نے فوراً پلیٹ کو دیکھ کر شاہ زیب کو دیکھا۔ وہ اسکے دیکھنے پہ مسکرایا تھا۔

"میں جانتا ہوں آپ کو بھوک لگی ہے۔ اس لئے مدد کر رہا ہوں۔" آخر میں اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیلی تو رمیسا نے گلاس ہاتھ سے میز پہ رکھتے شرمندہ سی ہو کر مکھن والی چھری لینی چاہی تھی۔ شاہ زیب نے ہاتھ پیچھے کیا۔ ساتھ ہی اسے دیکھتے کہا۔ "آپ کے نخروں کے چکر میں توس خراب ہو جائے گا۔ وہ کھا لیں پہلے۔" جامنی

Copyright by New Era Magazine

رنگ کھلے کرتے پجامے میں وہ گیلے بالوں کا بن بنا کر بیٹھی نہا کر سیدھی باہر آ گئی تھی۔اس کے بالوں سے اسٹرابیری کی خشبو وہ صاف سونگھ سکتا تھا۔اس کے تازہ دم چہرے پہ اس کی بات پہ حیرت کے ساتھ ذرا سی ناراضی ابھری تھی۔اس نے سر جھٹک کر توس اٹھالیا۔

"میں نخرے نہیں کرتی شاہ زیب۔اور مجھے اچھا نہیں لگتا کوئی۔۔۔۔میرا کام کرے۔اس کے کوئی کہنے پہ شاہ زیب کے ہاتھ لمحے بھر کو تھمے لیکن وہ پھر سے مسکراتا توس پہ مکھن لگاتا بولا تھا۔"اور کچھ لوگوں کی محض خوشی ہی اس میں ہے۔"

"جی؟"اس کی بات اس کے سر سے گزری تھی۔شاہ زیب نے فوراً سر نفی میں ہلاتے مکھن لگا تیسرا توس بھی اس کی پلیٹ میں رکھا تو رمیسا نے گہرا سانس لیا۔وہ اکثر ایسی باتیں کرتا تھا جو رمیسا کے سر سے گزرتی تھیں۔

"رات ٹھیک نیند آئی؟"یاد آنے پہ اس نے ایک دم سے پوچھا تو اس کے توس کھاتے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔

"رات تو ایسی تھی جیسے طوفان سا آیا اور ہر طرف اندھیرا کر گیا۔"اس کی بات سے گزری رات کی تکلیف کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔شاہ زیب نے کچھ سوچ کر ہاتھ سے چھری پلیٹ میں رکھی پھر بغور اس کے چہرے کو دیکھتے کہا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"پیپرز کے بعد ممی کو ملنے میرے ساتھ جائیں گی؟" وہ پہلی بار اس سے نگارش کی بات کر رہا تھا۔ رمیسا نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ اسے یاد ہی نہیں تھا کہ شاہ زیب کی ماں بھی ہیں۔ مریم کے چئر و من کہنے پہ بھی اسے یاد نہیں آیا تھا۔ نہ ہی اس نے غور کیا تھا۔ شاہ زیب نے مسکرا کر اس کی حیرت پہ اسے دیکھا۔

"بے فکر رہیں میں صرف باپ کے معاملے میں بدنصیب ہوں۔۔۔۔" اس کے ہاں سن کر کہنے پہ رمیسا شرمندہ ہو گئی تھی۔ اس نے توس کا آخری نوالہ نگلتے جھٹ سر نفی میں ہلایا۔ "میرا وہ مطلب نہیں تھا شاہ زیب۔ میں بس اپنی فکروں میں پوچھنا بھول گئی تھی۔" اس نے صفائی دی تو شاہ زیب نے سر اثبات میں ہلایا۔ "میں جانتا ہوں ریا۔ ممی آپ سے ملنا چاہتی تھیں۔ لیکن میں نے خود ہی انہیں آنے سے منع کر دیا تھا۔" بتاتے ہوئے وہ خود بھی ناشتہ کر رہا تھا۔ رمیسا کے ماتھے پہ بل نمودار ہوئے۔

"کیوں؟۔۔۔"

"میں آپ کو ڈسٹربڈ حالت میں ان کے سامنے نہیں لے جانا چاہتا تھا۔" اس نے چائے کا کپ اپنے سامنے کرتے بولنے سے رکتے چائے کا گھونٹ لیتے بات جاری کی۔ "میں چاہتا ہوں جب وہ میری بیوی سے ملیں تو ان کو اس کی کمزوریوں کا احساس نہ ہو۔۔۔۔" اس نے نظر جھکائے پلیٹ کو دیکھتے کہا تو اس کے لفظ بیوی کہنے پہ رمیسا کا ہاتھ

Copyright by New Era Magazine

ہلکا سا کانپا تھا۔ایک احساس تھا جو اس لفظ سے جاگا تھا۔اس نے گلا کھنکھارتے سر اثبات میں ہلایا۔"ٹھیک ہے۔میں امتحان سے فارغ ہو جاؤں گی۔تو ہم ان سے ملنے جائیں گے۔"اس کے کہنے پہ شاہ زیب نے خوشی سے اسے دیکھا تھا۔مگر وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔وہ سامنے دیکھ رہی تھی۔اور وہ گردن تک سرخ پڑ چکی تھی۔وہ لمحے بھر کو ٹھہر کر بغور اس مورتی کو دیکھتا رہا۔

"کوئی محض اتنی سی بات پہ کیسے شرما سکتا ہے؟"اس نے محظوظ ہوتے سوچا تھا۔رمیسا نے لمحے بھر کو اس کی طرف دیکھا تو شاہ زیب نے فوراً نظر پھیرتے چائے اٹھالی۔رمیسا فوراً ناشتے پہ جھک گئی۔

"رمیسا؟"خادم نے کار یونیورسٹی کے گیٹ کے سامنے روکی تو وہ دروازہ کھول کر نکلنے والی تھی جب شاہ زیب نے اسے مخاطب کیا تھا۔رمیسا نے گردن موڑ کر متوجہ بھوری روشن آنکھوں کو دیکھا۔آنکھوں میں سوال تھا۔

"میں آپ کے پروفیسرز سے رات کال پہ بات کر چکا ہوں۔آپ کو ذاتی طور پہ کسی سے بھی ملنے کی ضرورت نہیں۔آج تین ہی کلاسز ہیں آپ کی۔دل لگا کر پڑھیں۔اور

Copyright by New Era Magazine

فارغ ہو کر دوستوں کے ساتھ وقت گزاریں۔ پھر جب فارغ ہو جائیں تو مجھے کال کر دیجیئے گا۔"

"لیکن آپ تو بارہ بجے تک فارغ ہو جانے کا کہہ رہے تھے۔؟ وہ اس کے ذہن بدل جانے پہ کہہ گئی تھی۔

"جانتا ہوں۔ لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ آپ کافی دن بعد اپنے دوستوں سے مل رہی ہیں۔ یقیناً بہت کچھ ہے جو آپ کسی سے شئیر کرنا چاہتی ہوں گی۔" اس کے لہجے کی نرمی اور گھمبیر آواز میں کہے لفظوں پہ رمیسا اداس سی مسکرا دی تھی۔

"شکریہ شاہ زیب۔" وہ دل سے اس کی مشکور ہوئی تھی۔ "شاہ زیب نے مسکرا کر اس کو جانے کا اشارہ کیا تو مسکراتی باہر نکل گئی۔ وہ کار کا دروازہ بند کر کے جب تک یونیورسٹی کے گیٹ سے اندر نہیں چلی گئی۔ کار کھڑی رہی تھی۔ اور وہ ترچھا سا بیٹھا اسے جاتی کو دیکھتا رہا تھا۔ خادم نے بیک ویو مرر سے شاہ زیب کی مسرور نظروں کو دیکھا تھا۔ وہ اس کے لئے پریشان تھا۔

اس نے یونیورسٹی کا گیٹ پار کیا ہی تھا کہ سامنے انتظار میں بے چین ٹہلتی تحریم اسے دیکھتے ہی لپکی۔ رمیسا بھی اپنی بہترین دوست کو دیکھ کر جزباتی ہو گئی تھی۔ دونو کی

Copyright by New Era Magazine

لمحوں تک ایک دوسرے کے گلے لگ کر کھڑی رہیں تھیں جب سائڈ سے گزرتے سکیورٹی گارڈ نے ڈانٹا تھا۔

"میڈم سائڈ تے ہو کے کھلو" اس کے سختی سے کہنے پہ دونو ہوش میں آتی الگ ہوئیں۔

"شکور بھائی آج پھر گرم توے کی طرح سیک چھوڑ رہے ہیں۔" تحریم بھی کسی سے کم تھی فوراً بلند آواز میں جاتے گارڈ کے پیچھے سے کہا تو نہ چاہتے ہوئے بھی رمیسا ہنس دی تھی۔ شکور نے مڑ کر اس لمبی زبان والی لڑکی کو دیکھا تھا جو اب رستے سے ہٹ کر چلتی باتیں کرتی جا رہی تھی۔

"کیسی ہو؟ کس کے ساتھ آئی ہو؟ شاہ زیب بھائی کیسے ہیں؟ اور یہ بتاؤ شہزاد ہاؤس والوں نے رابطہ کیا یا نہیں؟" اس نے ایک ہی سانس میں کئی سوال پوچھ ڈالے تھے۔ جب سے وہ رخصت ہوئی تھی تحریم نے اسے فون پہ زیادہ سوال جواب کر کے ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔ اسے یہی ٹھیک لگا تھا۔ اس کے سوالوں کی بوچھاڑ پہ رمیسا نے گہرا سانس بھرتے چلتے نظر جھکالی۔ پھر کلاس روم میں جانے اور پہلی کلاس کے اینڈ ہونے تک وہ اسے دھیمی آواز میں سب کچھ بتاتی چلی گئی تھی۔

"ماننا پڑے گا رومی تمہارا میاں تو جینٹل مین نکلا۔ میں قسم کھا کے کہہ سکتی ہوں اسے تم سے منہ زور محبت ہے۔ کلاس سے پروفیسر اختر نکل کر جا چکے تھے جب کلاس میں

Copyright by New Era Magazine

آخری کرسی پہ بیٹھی تحریم نے پورے جوش میں ساتھ بیٹھی رمیسا سے کہا تھا۔رمیسا نے ہونٹ بھینچ کر سر جھٹکا۔پھر بولی "وہ کیوں کرنے لگے مجھ سے محبت۔اور مجھے محبت پہ اب یقین نہیں ہے۔۔۔"اس کے لہجے میں ناراضی اور شکوہ تھا۔تحریم نے بغور اپنی بہترین دوست کو دیکھ کر کہا تھا۔

"تو یعنی تم لوگوں کے درمیان ابھی بات اظہار تک نہیں پہنچی۔"اس کی بات پہ رمیسا چونک گئی تھی۔

"محبت ہو تو اظہار ہوتا ہے۔"اسنے فوراً ہتھیار اٹھائے۔تحریم گال تلے ہاتھ رکھے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"تمہیں تو یقین نہیں مان لیتی ہوں۔وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے۔وہ سوچ کر بولی۔"پر ان کو نہیں،یہ ماننا مشکل ہے۔"اس نے سر نفی میں ہلایا تو رمیسا اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"مجھے یہ باتیں نہیں کرنی۔"اس نے کہتے چہرہ موڑ لیا تو تحریم نے سمجھتے سر اثبات میں ہلایا۔

"ٹھیک ہے۔تیسری جنگ عظیم ڈسکس کر لیتے ہیں.یوں بھی ہمارا اسلحے کا کاروبار ہے۔خوب چلے گا۔"اس کے سنجیدگی سے جل کر کہنے پہ بے اختیار ہی رمیسا ہنس دی تھی۔اس کے ہنسنے پہ تحریم بھی مسکرا دی۔

Copyright by New Era Magazine

وہ اسے چھوڑ کر سیدھا آفس پہنچا تھا۔دو گھنٹے کی میٹنگ سے فارغ ہو کر اس نے کار میں بیٹھتے خادم کو فشریز کے دفتر کی جانب جانے کو کہا تھا۔اس کے چہرے پہ خطرناک حد تک سختی دیکھ کر خادم خاموش ہو گیا تھا۔وہ جانتا تھا وہ فشریز کے آفس کیوں جا رہا۔ خادم نے کار دفتر کے سامنے روکی تو شاہ زیب کار سے نکلا تھا۔آنکھوں پہ سن گلاسز لگائے ماتھے پہ بل ڈالے وہ برے موڈ میں لگتا تھا۔خادم نے کار سے نکلتے اسے مخاطب کیا۔

"سر آج آپ اپنا موڈ خراب نہیں کر سکتے۔آپ نے میم کے ساتھ شاپنگ پہ جانا ہے ۔"اس کی بات پہ شاہ زیب نے اسے دانت پیستے گھورا تو خادم نے ہونٹ بھینچ کر سر جھکا لیا۔وہ اسے گھور کر قدم آگے بڑھا گیا تو خادم بھی پیچھے لپکا۔

شہزاد صاحب اپنے آفس میں تھے جب وہ دونو بڑے دھڑلے سے اسسٹنٹ ڈائریکٹر آف فشریز کے دفتر میں گھسے تھے۔ان کو دیکھ کر شہزاد صاحب کے ماتھے پہ سیکڑوں بل نمودار ہوئے تھے۔جبکہ ان کے آفس میں گھس کر ان کو نظر انداز کرتا شاہ زیب دفتر کو دیکھتا اپنے سیکٹری اور ڈاءور خادم سے مخاطب تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"خادم اگر اسسٹنٹ کمشنر شہزاد خان کو رشوت اور گورنمنٹ کی مچھلی چوری کر کے بیچنے کے جرم میں پکڑوا دیا جائے تو؟"کمرے پہ جانچتی نظر ڈالتے اس نے خادم سے پوچھا تو شہزاد صاحب تلملا کر اپنی جگہ سے اٹھے تھے۔خادم نے سر اثبات میں ہلایا۔"میرے خیال میں ڈی جی سے مل کر بات کرنا آپ کے لئے یوں بھی مشکل نہیں۔"خادم کے مشورے پہ شاہ زیب نے سر ہلایا تھا۔شہزاد صاحب غصے میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"یہ کیا بکواس لگا رکھی ہے تم لوگوں نے میرے آفس میں۔؟وہ تپ کر پوچھ رہے تھے۔ایک تو صبح صبح تابش نے ان کا دماغ خراب کیا تھا اور اب وہ جانے کیوں آن دھمکا تھا۔شاہ زیب ان کی جانب متوجہ ہوا۔سیاہ کوٹ کا اگلا بٹن کھولتے وہ شہزاد صاحب کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھا گیا تھا۔

"کیوں یہ سچ نہیں؟"اس کے انداز پہ وہ زچ دکھے۔

"نہیں یہ صرف تمہاری گھڑی ہوئی جھوٹی بکواس ہے۔"

"ٹھیک ہے۔پھر اپنے اکلوتے بیٹے کو سمجھائیں کے اپنے جوش مارتے خون کو ذرا سنبھال کے رکھے۔میں نے اسے پیدا نہیں کیا کہ آپ کی طرح اس کی حرکتیں برداشت کروں گا۔اگر آئندہ مجھے آپ کے خاندان کا ایک بھی فرد میری بیوی کے ارد گرد نظر آیا تو اچھا

Copyright by New Era Magazine

نہیں ہو گا۔دانت پیستے اس نے صاف لفظوں میں دھمکی دی تھی جس پہ شہزاد صاحب کے ماتھے پہ بل پڑ گئے تھے۔

"کیا کیا ہے تابش نے؟"

"یہ تو آپ اسی سے پوچھیں شہزاد صاحب۔اور مشورہ دوں۔اٹھتے اٹھتے بولا۔"اس کو کام کاج پہ لگائیں اس کی آوارگیاں کم ہوں۔ورنہ اس جیسے لڑکے اکثر پولیس کے ہاتھوں مر جاتے ہیں۔یہ ایک اور دھمکی تھی۔اس کے الفاظ پہ انہوں نے غصے میں ہونٹ بھینچ لئے تھے شاہ زیب نے کوٹ کا بٹن لگاتے میز پہ جھک کر شہزاد خان کی آنکھوں میں جھنکا اور سرد مہری سے بولا تھا۔

"غور سے دیکھیں شہزاد خان میری آنکھوں میں۔ان آنکھوں میں نرمی نہیں ہے صرف آگ، غصہ اور نفرت ہے۔جس کی لپیٹ اتنی ہے کہ آپ کی ساری نسلیں جل کر خاک ہو جائیں گی۔۔۔اس لئے بار بار سمجھاتا ہوں کہ بچ جائیں۔یہ میری کمزوری نہیں ہے۔فلحال وارننگ ہے۔"

"چلتا ہوں۔"اس کے گھمبیر مگر سرد لہجے میں کہے الفاظ پہ شہزاد صاحب کا دل ڈوب سا گیا تھا۔ان کے چہرے پہ ڈر دیکھ کر وہ کچھ مطمئن ہوتا مڑا تھا جب وہ بول پڑے تھے۔

Copyright by New Era Magazine

"وہ ہماری بیٹی ہے۔ہم اسے کبھی وہاں نہیں رہنے دیں گے۔"ان کی دھمکی پہ وہ ایڑھیوں پہ گھما تھا۔چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔"رمیسا کبھی آپ لوگوں کا انتخاب نہیں کرے گی۔میری بیوی کا انتخاب ہمیشہ سے میں ہوں۔نہ آپ نہ آپ کا ڈرپوک بھائی اور نہ آپ کا احمق بیٹا۔ہم نے آپ کے خاندان کو اپنی ایک بیٹی دے کر غلطی کی ہے دوسری کبھی نہیں کریں گے۔اور یوں بھی شہزاد صاحب آپ کی طرف تو بہت حساب ہیں رمیسا کے۔ابھی خاموش ہے تو اسے مت چھیڑیں ورنہ سڑک پہ آجائیں گے۔ مسکرا کر طنز کے تیر چلا کر وہ تیزی سے چلتا باہر نکل گیا تھا خادم بھی پیچھے ہی تھا۔شہزاد صاحب نے دانت پیستے مٹھیاں بھینچ لیں۔

وہ پروفیسر جنید کی کلاس سے فارغ ہو کر تحریم کے ساتھ کلاس روم سے نکلی تو ساتھ ہی اس نے گھڑی پہ وقت دیکھا جہاں بارہ بجے کا وقت ہوا تھا۔اس نے ساتھ چلتی تحریم کو مخاطب کیا تھا۔

"گھر جاؤ گی اب؟"

"ہاں یار۔۔۔امی کی تین کالز آچکی ہیں۔بس اب میں گھر چلوں گی۔خدا معلوم کیا مسلہ ہے۔بڑبڑاتی وہ تیزی سے چلنے لگی تو رمیسا کے قدم بھی تیز ہو گئے تھے۔

Copyright by New Era Magazine

"میں بھی شاہ زیب کو کال کر دیتی ہوں۔" کہتے اس نے شاہ زیب کو کال کی تھی جو اس نے پہلی ہی بیل پہ اٹھالی تھی جیسے فون ہاتھ میں تھا اور اسی کی کال کا منتظر تھا۔اس نے آنے کا کہا تو خادم نے کار سیدھی یونیورسٹی کی جانب موڑ دی تھی۔کار یونیورسٹی کے سامنے رکی تو شاہ زیب نے خادم کو آفس بھیج کر خود اس کی جگہ سنبھال لی تھی اور اپنے ساتھ والی نشست کا دروازہ کھول دیا۔رمیسا آکر بیٹھی تو کار زن سے آگے بڑھ گئی۔

"آج کا پورا دن رمیسا کا ہے۔جو چاہو جتنا چاہو گھومو اور خریدو۔آج یہ بندہ آپ کو اپنی سستی جیب سے شاپنگ کروائے گا۔اس نے کار ایک مال کی پارکنگ لاٹ میں روکتے کہا تو رمیسا ہنس دی تھی۔اس کے ہنسنے پہ شاہ زیب کو خوشگوار سا احساس ہوا تھا۔اس کا دل چاہا وہ ہنستی رہے اور وہ بغیر نظریں چورائے پورے حق سے اس کو دیکھتا رہے۔

"آپ اور سستی جیب؟آپ کی تو جیب کا کپڑا تک کئی ہزار ڈالرز کا ہے شاہ زیب وہ اس کے سستی جیب کہنے پہ محظوظ ہوئی تھی۔شاہ زیب ہونٹوں پہ مسکراہٹ لئے اس کی چمک بکھیرتی آنکھوں کو وارفتگی سے دیکھتا بولا تھا۔

"آپ کے سامنے تو میں غریب ہی ہوں مادام۔" اس کی پلکوں کا اٹھنا جھکنا ایسے ہی تھا جیسے دل کا رکنا اور چلنا،اس کے غلابی ہونٹوں کا کھلنا اور بند ہونا ایسے ہی تھا جیسے غلاب کا کھلنا۔اور اس کی ہنسی جنگلی پتوں پہ برستی مینہ کی تھی۔وہ اپنے ہی خیالات میں اتنا آگے

Copyright by New Era Magazine

نکل گیا تھا۔کہ دیکھ نہ سکا تھا کہ اس کی آنکھوں کی تپش پہ رمیسا کتنی پزل ہو رہی تھی اور اس کے گال انار کی طرح سرخیاں جھلکانے لگے تھے۔

"آ۔۔۔آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟اس کو اسٹیرنگ ویل پہ ہاتھ رکھے اپنی طرف مسلسل دیکھتا پا کر اس نے جھجک کر پوچھا تو شاہ زیب نے فوراً سر جھٹک کر خیالات سے نکلتے معذرت کی تھی۔

"آئی۔۔۔آئی ایم سوری۔آئی تھنک اٹ واز او کورڈ۔"اپنے جیل سے سمٹے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے اس نے شرمندگی کا اظہار کیا تھا۔رمیسا سیٹ بیلٹ کھول کر تیزی سے باہر نکل گئی تحریم کی باتیں اسے ایک دم سے سچ لگنے لگی تھیں۔وہ کار سے نکل کر تیزی سے مال کی سڑھیاں چڑھنے لگی تو شاہ زیب بھی کار لاک کر کے اس کے پیچھے بڑھ گیا تھا۔

شاپنگ کے دوران رمیسا نے اس سے کوئی بات نہیں کی۔اس نے بھی مخاطب نہیں کیا تھا۔وہ اپنی بے اختیاری پہ اتنا شرمندہ تھا کہ اس میں مخاطب کرنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔رمیسا نے نیلے رنگ کا کھلا فینسی کرتا پجامہ خریدہ تھا۔جس پہ ہم رنگ ہی ستاری اور متیوں کا کام ہوا تھا۔وہ چینجنگ روم سے پہن کر آئی تو وہ جو پل بھر کو اسے دیکھ کر مسمرائز ہوا تھا۔فوراً جیب سے سگریٹ اور لائٹر نکالتا باہر نکل گیا تھا۔غلطی ایک بار

Copyright by New Era Magazine

ہوتی ہے بار بار نہیں۔یوں بھی اسے غلطی پہ غلطی کرنے کی عادت تھی اور نہ ہی اجازت۔

رمیسا کو نیلا ڈریس ہی پسند آیا تھا۔جس کے ساتھ اس نے ہم رنگ جیولری لی تھی۔اور ساتھ ہی ہم رنگ ہائی ہیلز لی تھیں۔جس پہ شاہ زیب کو اعتراض ہوا تھا۔لیکن اس نے نہیں سنا تھا اور آرام سے اٹھا کر کاؤنٹر پہ رکھ دیا تھا۔شاہ زیب کو اعتراض تھا بھی تو خاموشی سے کریڈٹ کارڈ کیشئر کو تھما کر گہرا سانس لیا تھا۔

ان دونوں نے دوپہر کا کھانا باہر کھایا تھا۔اور کھانے کے دوران روز کی طرح شاہ زیب وقفے وقفے سے رمیسا کو کچھ نا کچھ سرو کرتا رہا تھا۔اور وہ خاموشی سے لیتی رہی تھی۔یہ خاموشی گھر جانے کے بعد دعوت تک رہی تھی۔اور اس عرصے میں بہت بار شاہ زیب سکندر کو اپنی بے بسی کا احساس ہوا تھا۔پہلی بار تو تب جب وہ مکمل تیار سی کمرے سے نکلی تھی۔اس نے نیلے سوٹ کے نیچے سیاہ ہیلز پہن رکھی تھی۔اور ہلکے میک اپ کے ساتھ بھورے سلکی بالوں کو سیدھا کر کے پشت پہ کھلا چھوڑ رکھا تھا۔جو بار بار اس کے چہرے پہ آتے تو وہ بے زار سی ہو جاتی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

وہ کانو میں سفید ائرر نگز پہنتی سڑھیاں اتر رہی تھی جب ایک ائرر نگ ہاتھ سے نکل کر سڑھیوں سے پھسلتا سڑھیوں کے اختتام پہ مصروف سے شاہ زیب کے قدموں میں گرا تھا۔وہ جو خادم کو آفس سے جلدی آجانے کا کہنے والا تھا رکا تھا۔اس نے فوراً چہرہ اٹھا کر ہیلز کی آواز پہ اسی سمت دیکھا اور نظر جیسے پلٹنا بھول گئی تھی۔وہ نزاکت سے چلتی اس کے سامنے آکر رکی تو شاہ زیب نے کسی ٹرانس کی صورت جھک کر زمین سے ائر رنگ اٹھایا۔رمیسا نے فوراً شفاف ہتھیلی اس کے سامنے کی تھی۔شاہ زیب کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔وہ گھمبیر آواز میں بولا تھا۔

"کیا یہ عزاز مجھے مل سکتا ہے؟"اس کے لہجے کی شرارتیں اور آنکھوں کی لپک جھپک واضح تھی رمیسا نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔اس نے ہاتھ اس کی کان کی لو کی جانب بڑھایا تو اس نے نظر جھکالی۔

شاہ زیب نے اس کے برابر سیڑھی کا زینہ چڑھتے کان میں ائرر نگ پہنایا اور پھر انگلی سے لو کو چھو کر اس کے بال کان کے پیچھے اڑستا ذرا سا کی جانب جھکتا اس کے کان میں سحر پھونک گیا تھا۔

"میری بیوی سے زیادہ حسین کوئی نہیں ہو سکتا۔"اس کے ایک جملے نے رمیسا کو سرخ کر ڈالا تھا۔وہ مڑ کر اس پہ ایک بھی نظر ڈالے بغیر تیزی سے باہر نکل گیا تو پزل سی رمیسا

Copyright by New Era Magazine

نے بغور شاہ زیب سکندر کی جاتی پشت کو دیکھا تھا۔اس کی بھوری آنکھوں میں ہلکی نمی کی لکیر واضح تھی۔کچن سے ہر منظر کی گواہ مریم کے ہونٹوں پہ شرارتی مسکراہٹ تھی۔

"کیا نام ہے آپ کے بزنس پاٹنر کا؟"اس نے کار میں پھیلتی ذو معنی سی خوشبو پھیلاتی خاموشی کو توڑتے پوچھا تو وہ جو استغراق وانہماک سے کار چلا رہا تھا چونک سا گیا۔لمحے بھر کو اس کی جانب نظر موڑ کر متوجہ ہوتے اس نے فوراً نظر واپس سڑک کی جانب موڑلی تھی۔

"ان کا نام ایمان سحر ہے۔ایس آر کمپنی کی ینگ سی ای او ہیں۔ان کے والد عرفان بیگ صاحب اس ملک کے بڑے بزنس ٹائکونز میں سے ایک ہیں۔"اس نے مختصراً بتایا تو رمیسا نے سمجھتے سر ہلاتے کن اکھیوں سے اسے دیکھا تھا۔

"مجھے پارٹیز میں زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔لیکن بیگ صاحب کی برتھ ڈے ہے۔اور کیونکہ مس ایمان سے ہماری نئی نئی پاٹنر شپ ہے تو ان کے ساتھ اچھے تعلوقات ہونا ضروری ہیں۔بس سمجھے کہ وہاں جانا ہمارے آپسی تعلوقات پہ مثبت اثر ڈالے گا۔"اس نے مذید بڑے تحمل سے کہا تو رمیسا نے گہرا سانس لیتے کہا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"آپ کو بتانا چاہیے تھا ہم برتھ ڈے پارٹی پہ جا رہے ہیں۔میں کوئی گفٹ خرید لیتی۔اب خالی ہاتھ جاتے ہم کتنے برے لگیں گے۔"اس کی بات پہ شاہ زیب کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔"آپ سے کس نے کہا میں نے گفٹ نہیں لیا۔؟"لمحے بھر کو اسے دیکھتے اس نے پوچھا اور پھر اس کو نظر انداز کرتی رمیسا نے خاموشی سے نظر کھڑکی سے باہر موڑ کر ایک دم سے پوچھا تھا۔

"آپ مجھے پسند کرتے ہیں؟"اس کی کچھ دیر گھر پہ کی جانے والی حرکت پہ رمیسا کی تمام حسیات جاگ گئی تھیں۔اس کے ایک دم سے سنجیدگی سے پوچھے گئے تیر کی طرح سیدھے سوال پہ وہ لمحے بھر کو خاموش ہو گیا تھا۔اس نے ہونٹ بھینچ کر اسٹیرنگ وہل پہ گرفت سخت کر دی۔

اس میں ہمت نہ ہو سکی کہ فوراً سر اثبات میں ہلا دے۔یا کم از کم ہاں ہی کہہ دے۔اسے ڈر تھا کہ وہ اپنی ذہنی حالت اور غم کے پیشِ نظر اس کو انکار کر دے گی۔اور کم از کم شاہ زیب سکندر اس وقت انکار سننے کی حالت میں نہیں تھا۔اس کے خاموشی سے کار ڈرائیو کرتے رہنے پہ رمیسا نے گردن موڑ کر اس شخص کو دیکھا تھا۔جس کے چہرے پہ اضطراب واضح تھا۔اسنے نظر جھکا کر ہاتھوں پہ مرکوز کر لی۔بولی تو لہجہ کسی بھی احساس سے عاری تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"آپ کی اس خاموشی سے میں غلط فہمی کا شکار ہو سکتی ہوں شاہ زہب۔"

"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں رمیسا۔ میرے ذاتی معاملات کا اثر آپ پہ کبھی نہیں پڑے گا۔" کیا وہ اعتراف کر رہا تھا؟ یا پھر انخلاف؟ رمیسا سمجھ میں پائی تھی۔ اس نے نشست پہ غیر آرامدے ہوتے گلا کھنکھارا۔

"میرے دل میں اب محبت نہیں آسکتی۔ اس کا پیچھلا زخم ابھی تازہ ہے۔ میں ابھی خود کو اس تکلیف کا شکار نہیں کرنا چاہتی۔ میں ابھی اس بوجھ کو اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔" اس کے لہجے میں دکھ تھا۔ لیکن اس کے الفاظ کی تکلیف اس بار اتنی سخت تھی۔ کہ شاہ زیب کو اپنا دل زخمی سا ہوتا محسوس ہوا تھا۔ ایک سایہ سا تھا جو اس کے چہرے پہ بادل کی طرح چھا گیا تھا۔ وہ سنجیدہ رہا نہ مسکرایا اور نہ ہی کسی قسم کی مذید گفتگو کی تھی۔ رمیسا نے چہرہ موڑ کر افسردگی سے اس اپنے شخص کو دیکھا اور پھر گردن موڑ کر نظر کھڑکی سے باہر ٹکالی تھی۔ بیگ صاحب کے گھر تک دونو میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

بیگ صاحب کا گھر کی کنال پہ پھیلا وسیع و خوبصورت تھا۔جو باہر سے دیکھو تو بھی اتنا ہی اچھا لگتا تھا جتنا کے اندر سے۔ان کی کار گھر سے باہر موجود کاروں کی لمبی قطار میں شاہ زیب نے کھڑی کی تو ریسا کار رکتے ہی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی۔

وہ دونو گیٹ سے داخل ہوئے تو منتظر سی ایمان نے شان سے آتے شاہ زیب سکندر کو دیکھا تھا۔وہ آج معمول سے ہٹ کر تیار نہیں ہوا تھا۔سیاہ سوٹ میں جیل سے بال سمیٹے وہ ہمیشہ جیسا جاذبِ نظر لگ رہا تھا۔کہ ایمان کی نظر پلٹنا بھول گئی تھی۔اس کی پلکیں جھکنا بھول گئی تھیں۔اور ہونٹوں پہ گہری مسکراہٹ پھیل گئی وہ کسی سحر میں قید پرندے کی طرح نیلی ساڑھی کا پلو بائیں ہاتھ سے سنبھالتی نزاکت سے چلتی اس کی جانب بڑھی۔

"تو آپ آ گئے۔"اس کے لہجے کی شوخی اور خوشی پہ ریسا جو برقی قمقموں سے سجے سجائے لان کو دیکھ رہی تھی فوراً اس کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔شاہ زیب کے سنجیدہ چہرے پہ ایک دم سے مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آپ بلاتیں تو میں کیوں نہ آتا۔"اس جملے پہ اب کی بار ریسا مذید چونک گئی تھی۔ایمان کے گال لالیاں جھلکانے لگے۔آنکھوں میں جیسے لاکھوں ستاروں

Copyright by New Era Magazine

چمکنے لگے تھے۔اس نے کچھ شرماہٹ سے بال کان کے پیچھے اڑسے۔یہ منظر شاہ زیب نے تو نہیں پر رمیسا کامران نے بغور دیکھا تھا۔وہ اس لڑکی سے نظر نہیں ہٹا سکی تھی۔

"اب آپ کیا ہمیں یہیں کھڑا رکھیں گی یا اپنے فادر سے بھی ملوائیں گی؟"لان میں مہمان جمع تھے مرد حضرات قیمتی لباسوں میں موجود ٹولیوں میں کھڑے باتوں میں مصروف تھے اور خواتین زرک برک لباسوں میں قیمتی زیورات کی نمائش کرتی دائیں بائیں گھوم رہی تھی۔اس کے کہنے پہ ایمان۔ مسکرا کر معذرت کرتی اسے لے گئ تھی۔اور سارے عرصے میں نہ ہی شاہ زیب نے رمیسا کا ذکر کیا تھا اور نہ ہی ایمان کا دھیان اس پہ گیا کہ وہ ہی استفسار کر لیتی۔رمیسا کو اپنی کم مائگی پہ ڈھیروں خجلت اور شاہ زیب پہ غصہ آیا تھا۔

ایمان شاہ زیب کو لئے عرفان بیگ کی طرف بڑھی تو ساتھ ہی رمیسا بھی کسی ڈور کی صورت بندھی چلی گئ تھی۔اس نے باتوں میں مگن باپ کو مخاطب کیا۔

"ڈیڈ یہ رہے میرے وہ خاص مہمان جن کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا۔عرفان بیگ سیاہ سوٹ میں ملبوس رعبدار شخصیت کے حامل شخص تھے دانائی ان کے چہرے سے واضح ہوتی تھی۔ایمان کے مخاطب کرنے پہ انہوں نے مڑ کر شاہ زیب کو دیکھا تو شاہ زیب نے مسکرا کر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

Copyright by New Era Magazine

"مائی نیم از شاہ زیب سکندر۔"

"اینڈ شی از۔۔۔۔۔مائی وائف رمیسا کامران"

اپنے جوتے کو بے زاری سے دیکھتی رمیسا نے فوراً سر اٹھایا تھا۔اور اس کے تعرف پہ ایمان نے پہلی بار شاہ زیب کے علاوہ کسی کو دیکھا تھا۔اور کیا نہ تھا جو ایک ہی لمحے میں اس کی سیاہ آنکھوں میں نظر نہیں آیا تھا۔اس کے تعارف پہ عرفان بیگ کو مسکرا کر اس دھان پان سی لڑکی کو دیکھا تھا۔رمیسا نے مسکرا اسلام کیا تو۔ایمان نے بے یقینی سے شاہ زیب کو مخاطب کیا تھا۔

"آپ نے بتایا نہیں آپ کی شادی ہو چکی ہے۔"رمیسا کو بغور دیکھتے اس نے پوچھا تھا۔اس کا لمحے میں اڑتا رنگ رمیسا کی آنکھوں سے اوجھل نہ رہ سکا تھا۔شاہ زیب مسکراتا کچھ کہنے والا تھا جب رمیسا اعتماد سے بول پڑی تھی۔"اصل میں ہمارا نکاح ہمارے بچپن میں ہو گیا تھا۔اور رخصتی ہماری کچھ ہی دن پہلے ہوئی ہے۔"کہتے ہوئے اس نے غیر محصوص انداز میں بازو شاہ زیب کے بازو میں ڈال لیا تھا۔عرفان بیگ نے مسکرا کر شاہ زیب کا کاں دھا تھپکا تھا۔ایمان نے چبھتی نظروں سے رمیسا کو دیکھا جو پہلے ہی معصوم بنی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔شاہ زیب تو حیران سا رمیسا کے بدلے رنگ کو دیکھ رہا۔اسے سمجھ نہیں آئی تھی۔رمیسا کیا کرنا چاہتی ہے۔اسے عجیب سی الجھن

Copyright by New Era Magazine

محسوس ہوئی تھی۔اس نے گلا کھنکھار کر بات کا رخ بدلتے ہاتھ میں پکڑا تحفہ عرفان بیگ کی جانب بڑھایا تھا۔

"میں نے مس ایمان سے سنا تھا آپ کو چس میں دلچسپی ہے۔اور آپ اس کے ماہر کھلاڑی بھی ہیں۔بقول ان کے آپ سے بہتر کوئی نہیں۔"کہتے اس نے ہاتھ میں پکڑا بیگ ان کی جانب بڑھایا تھا۔"اس لئے میں نے سوچا کیوں نا آپ کو چس دے کر ہی آپ کے ساتھ کسی وقت کھیل جمایا جائے۔"تحفہ تھامتے عرفان بیگ کھلکھلا کر ہنسنے تھے۔شاہ زیب نے مذید کہا۔"میں جب لندن میں تھا تو اکثر یونیورسٹی کے اسپورٹس میں میں چس کا کھیل منتخب کیا کرتا تھا۔اور میرا ریکارڈ لندن کی تمام یونیورسٹز میں بیسٹ ہے۔"اس کی بات پہ عرفان بیگ متاثر ہوئے تھے۔انہوں نے فوراً بیگ سے لکڑی کا ڈبہ نکال کر کھولا۔جو چائنہ سے منگوایا گیا تھا۔عرفان بیگ متاثر نظر آئے۔"آپ کی باتوں سے لگتا ہے ایک میچ اب بہت ضروری ہے۔"ان کے لہجے میں اشتیاق تھا۔شاہ زیب مسکرایا۔"مجھے آپ کو ہرانے کا انتظار رہے گا۔"

"بیٹے۔۔۔آپ اگر ریکارڈ رکھتے ہیں تو ہم نے بھی ایک عمر اس کھیل میں گزاری ہے۔"ہنستے ڈبہ واپس بند کرتے انہوں نے محظوظ ہوتے اس کا کندھا تھپکا تھا۔رمیسا مسکرا کر سنتی رہی جبکہ وہ اپنے بائیں جانب سے آتی تپش کو بخوبی مخصوص کر سکتی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

عرفاق بیگ کو وہ اتنا بھایا تھا کہ وہ ایمان اور رمیسا کو باتوں کے لئے چھوڑ کر شاہ زیب کو لئے باقی مہمانوں سے مل رہے تھے ساتھ ہی ساتھ اس کا تعارف بھی کرایا جا رہا تھا۔ بہت سے لوگ اس کے نام سے واقف تھے اس کے کام سے بھی آگاہ تھے مگر کیونکہ ابھی تک اس نے کسی بھی بزنس سیمنار یا انٹرویو میں حصہ نہیں لیا تھا۔ تو بزنس کمیونٹی کے لئے اس خوبرو شخص کا چہرہ نیا تھا۔

وہ تمام مہمان خواتین و حضرات سے مل کر بور سی ہوتی ایک الگ تھلگ سی میز پہ جا بیٹھی تھی۔ جب ایمان ڈرنک ہاتھ میں پکڑے اس کے پاس آئی تھی۔ اس نے ڈرنک رمیسا کو تھمائی تو رمیسا نے شکریہ کہتے میز پہ رکھ دی۔ ایمان بغور اس کے چہرے کو دیکھتی اس کے سامنے والی نشست پہ بیٹھ گئی تھی۔

"محبت کی شادی تھی؟" اس کا سوال ایک دم سے آیا تھا۔ رمیسا نے ہونٹ کاٹتے خجل سی ہو کر گردن کھجائی اور پھر گلا کھنکارا۔

"محبت تو نہیں لیکن اعتماد ضرور ہے۔" اس کی بات پہ ایمان کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ رمیسا کے کھلے ہونٹ ناگواری سے بند ہوئے۔

Copyright by New Era Magazine

"شکر ہے۔مجھے لگا تھا پتا نہیں لو میرج ہے۔"گلاس کو انگلیوں میں گھماتے وہ گلاس کی سطح پہ ہاتھ پھیرتے کہہ رہی تھی۔رمیسا اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔اس کی بات پہ اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیلی۔

"تم نے پوچھا نہیں ہمارا نکاح اتنے سال قائم رہا تو رخصتی ایک دم سے کیوں ہوئی اور پھر اتنی خاموشی سے کیوں ہوئی؟"اس کے لہجے میں کچھ تھا جس نے ایمان کے قہقہے کو دبا دیا تھا۔رمیسا نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔اور پھر نظر دور مسکراتے شاہ زیب کی جانب موڑ لی۔وہ بائیاں ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے دائیں میں گلاس تھامے کسی مہمان سے خوش گپیاں کر رہا تھا۔

"ہمارے بڑوں نے یہ نکاح اپنی مرضی سے کیا تھا۔لیکن اب بچپن کے اس نکاح سے وہ خوش نہیں تھے۔اس لئے وہ اس رشتے کو ختم کرنا چاہتے تھے۔لیکن ہم نے سب کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو منتخب کر لیا۔ہمیں ایک دوسرے کے علاوہ کوئی نظر نہیں آیا جو ہمارا ہاتھ پکڑ سکے۔وہ۔ہمیشہ سے ایسا ہے شائد ہاتھ پکڑ لینے والا۔لیکن میں ایسی نہیں ہوں شائد کبھی نہیں تھی۔اور پتا نہیں مستقبل میں بھی کبھی ایسی نہ بن پاؤں۔لیکن وہ ایسا ہی ہے۔میرے ہاتھ نہ پکڑنے پہ خود پکڑ لینے والا۔"اس کی نظر کو مسلسل خود پہ محسوس کرتے شاہ زیب نے نظر رمیسا کی جانب موڑی تھی۔اس کے

Copyright by New Era Magazine

متوجہ ہونے پہ رمیسا نے غیر محسوس انداز میں نظر سامنے بیٹھی ایمان کی جانب موڑلی ۔شاہ زیب نے گہرا سانس لیا۔اسے لگا وہ اسے دیکھ رہی ہے۔

"ہاں وہ ایسے ہی ہیں۔مدد کرنے والے،ہمدرد۔"ایمان کی آنکھوں کی چبھن کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔رمیسا اس کی مسکراہٹ پہ اپنی ہنسی روک نہیں پائی تھی۔ایمان کو برا لگا۔

"آپ کے بولنے سے ایسے لگ رہا ہے۔جیسے آپ لوگوں نے بچپن ساتھ گزارا ہو۔"وہ محظوظ ہوئی تھی۔پھر میز کے نیچے ٹانگ ہلاتی بولی تھی۔"نہیں مس ایمان وہ ایسے نہیں ہیں۔۔۔۔وہ اچھے ہیں مانتی ہوں۔مگر سب کے ساتھ ہیں یہ نہیں مانتی۔ان کا ظرف بہت اعلیٰ ہے۔لیکن وہ غلطیاں جلدی معاف نہیں کرتے۔یہ عزاز صرف میرے پاس ہے جسے وہ آنکھیں بند کر کے معاف کر سکتے ہیں۔"کہتے آخر میں آواز ذرا سی کانپی تھی۔ایمان کا چہرہ سپاٹ ہو گیا۔رمیسا مسکرا کر اسے دیکھتی رہی ۔چہرے پہ طنز واضح تھا۔

"دیکھیں صابر صاحب ہر بزنس کا ایک وقت ہوتا۔جیسے آج کا دور آرٹیفیشل انٹیلیجنس کا ہے۔یہی وہ وقت ہے جس میں جدید ٹیکنالجی پہ آپ جتنا انویسٹ کریں گے۔وقت کے ساتھ آپ کو اس کا پھل ملے گا۔"سبھی اس کی بات بغور سن رہے

Copyright by New Era Magazine

تھے۔اس نے رک کر قریب سے گزرتے ویٹر کو ہاتھ میں پکڑا گلاس تھمایا اور پھر سے بات کا آغاز کیا۔

"ہمارے ملک میں اس فیلڈ میں سب سے کم کام ہو رہا ہے۔" صابر صاحب نے اتفاق کیا تو ساتھ ہی عرفان صاحب نے سوچتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا تھا۔کہ تبھی گیٹ سے اندر داخل ہوتے شخص کو دیکھ کر وہ مسکرائے تھے۔اور ہاتھ ہلاتے ساتھ کھڑے حضرات سے کہا۔

"صابر صاحب آ گئے آخر عالم صاحب۔ چلیں ملنے۔۔۔۔" کہتے انہوں نے نام پہ چونک جانے والے شاہ زیب کا کندھا تھپکتے اس کو مخاطب کیا تھا۔

"آؤ بیٹے تمہیں میں ان سے ملواؤں جو اس ملک کا اصل سرمایا ہیں۔" صابر صاحب نے بھی ہنس کر سر اثبات میں ہلایا تھا۔اور پھر سبھی مڑ کر بارو عب سے عالم شہریار کی جانب بڑھ گئے۔جن کے چہرے پہ بھی مسکراہٹ تھی۔شاہ زیب اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکا۔اس کا سانس جیسے گلے میں رک گیا تھا۔اور آنکھوں میں ایک خوف تھا جو کسی سانپ کی طرح پھن اٹھا کر کھڑا ہو گیا تھا۔اس نے ہونٹوں پہ زبان پھیر کر ہونٹ تر کئے اور پھر آنکھیں بند کر کے کھولی تھیں۔اسے اس دنیا میں اگر کسی سے خوف آتا تھا وہ یہ شخص تھے۔وہ واحد شخص تھے جو اس کے ذہن کو اپنے اختیار میں کر سکتے تھے۔اس

Copyright by New Era Magazine

کا تحمل،اس کی نرمی اور حساسیت جیسے ہر جزبے پہ غصہ حاوی ہو جاتا تھا۔اس کا دل چاہتا وہ ساری دنیا کو تباہ کر دے۔ہر چیز تباہ کر دے۔

رمیسا سامنے بیٹھی بغور اسے دیکھ رہی تھی۔وہ دور سے بھی اسے دیکھ سکتی کہ وہ پریشان تھا۔یا پھر شائد وہ پریشان نہیں تھا۔کچھ اور تھا جو اس کے چہرے پہ واضح تھا۔وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔جبکہ عالم صاحب صابر صاحب اور عرفان صاحب کی میت میں سر جھکائے گھاس پہ بوٹوں سے کچھ تلاش کرتے کی جانب بڑھے تھے۔

"ان سے ملئے شہریار صاحب۔"عرفان صاحب نے بڑھ کر کندھا تھپکا تو شاہ زیب نے بمشکل مسکراتے ان کو دیکھ کر عالم شہریار سے نظر چورائی تھی۔عالم شہریار نے مسکراتے ہاتھ اس کی جانب بڑھایا تو شاہ زیب سکندر کی آنکھیں سامنے کھڑے شخص کی جانب اٹھی تھیں۔اور کیا کچھ نہیں تھا ان آنکھوں

میں۔بے بسی،بے کسی،بے رحمی،نفرت،غصہ۔۔۔۔اور جانے کیا کیا۔جبکہ اس کی نظر پہ عالم شہریار کے ہونٹوں پہ پھیلی مسکراہٹ مند پڑ گئی تھی۔اس نے ہونٹ بھینچ کر ہاتھ پکڑ لیا۔اور پھر سرد مہری سے کہا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"کیسے ہیں سردار عزت معاب عالم شہریار صاحب۔"ہونٹوں پہ مسکراہٹ واضح تھی۔عالم شہریار نے بہم مسکراتے اس کی سرد آنکھوں میں جھانکتے نرمی سے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔

"آپ بتائیں جناب شاہ زیب عالم صاحب زندگی کیسی گزر رہی ہے۔"ان کے نام لینے پہ شاہ زیب نے لمبا سانس بھرا تھا۔رمیسا جو کچھ فاصلے پہ کھڑی تھی تیزی سے ان کی جانب بڑھی اور شاہ زیب کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔اس نے کہا تھا وہ ہاتھ نہیں پکڑتی،پر اس نے پکڑ لیا تھا۔اس نے اس بار شاہ زیب کا انتخاب کر لیا تھا۔پہلے اگر اس نے ہاتھ پکڑا تھا تو اس بار بغیر سوچے اس نے پکڑ لیا تھا۔اس کے آنے پہ سبھی اس کی جانب متوجہ ہوئے تھے۔عالم صاحب نے اس کے بازو پہ رمیسا کے ہاتھ کو غور سے دیکھا۔شاہ زیب نے ہاتھ چھوڑ کر رمیسا کو خالی نظروں سے دیکھا تھا۔جو سب کی متوجہ تھی۔

"آئی۔۔۔۔آئی ایم سوری۔۔۔۔ایکچلی۔۔۔۔۔گھر پہ کچھ مسلہ ہو گیا ہے۔اور ہمارا گھر پہ ابھی جانا بہت ضروری ہے۔"

"لیکن بیٹا آپ نے تو ابھی کھانا بھی نہیں کھایا۔"ان کی بات پہ اس نے فوراً سر نفی میں ہلایا۔

Copyright by New Era Magazine

"نہیں۔۔۔۔ نہیں انکل سوسوری۔۔۔۔ ہمارے گھر کو آگ لگ گئی ہے۔ ملازمین کی بار بار کک۔۔۔ کال آرہی ہے ابھی جانا ہے۔ اس کو سمجھ نہیں آئی تھی وہ کیا کہے اس نے جو پہلے ذہن میں آیا کہہ دیا تھا۔ سبھی پریشان نظر آنے لگے۔ شاہ زیب نے گہرا سانس بھرتے سبھی افراد پہ ایک نظر ڈال کر عرفان صاحب سے معذرت کی تھی۔ اور بات کرتے وہ نہیں جانتا تھا۔ لیکن اس کا سر دپڑتار میسا کے ہاتھ پہ ہاتھ تھا۔

"آپ اتنی جلدی کیوں جارہے ہیں۔ ابھی تو ڈنر بھی نہیں لگا؟" وہ دونو گیٹ سے نکلنے والے تھے۔ جب ساڑھی کا پلو سنبھالتی ایمان تیزی سے چلتی آئی۔ اس کی آواز پہ رمیسا اور شاہ زیب نے مڑ کر اسے دیکھا تھا۔ شاہ زیب کا چہرہ بے تاثر و سرد مہر سا تھا۔ جیسے کچھ تھا جو اس کے دل پہ گزر گیا تھا۔ وہ سوالیہ نظروں سے شاہ زیب کو دیکھ رہی تھی۔ رمیسا گہرا سانس لیتی بولی تھی۔

"معافی چاہیئے گا مس ایمان۔ لیکن فلحال ایک ایمرجنسی کی وجہ سے ہمیں گھر جانا ہے۔ ڈنر کی آپ فکر مت کریں۔ ہم پہ ادھار ہے۔" کہتے ہوئے اس نے شاہ زیب کو دیکھا تو ایمان نے ہونٹ بھینچ کر رمیسا کے ہاتھ کو شاہ زیب کے بازو پہ دیکھا تھا۔ اس

Copyright by New Era Magazine

نے کہا تھا وہ ہاتھ پکڑنے والوں میں سے نہیں ہے۔اس کی بات سوچ کر ایمان کے ہونٹوں پہ طنزیہ مسکراہٹ رینگ گئی۔ایسے جیسے رمیسا کا جھوٹ یا پھر کوئی بڑا گناہ پکڑا گیا ہو۔شاہ مذید وہاں نہیں رک سکتا تھا وہ معذرت کرتا مڑا تو ساتھ ہی رمیسا بھی تھی۔ایمان نے بڑی چبھتی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

ان دونو نے گھر تک کا سفر بہت خاموشی سے کیا تھا۔شاہ زیب کے ماتھے کی رگیں تنی ہوئی تھیں۔وہ لمبے لمبے سانس بھرتا جیسے اپنے آپ کو کنٹرول کر رہا تھا۔لیکن رمیسا اس کی جلتی بے بس آنکھوں کو بآسانی دیکھ سکتی تھی۔وہ بغیر پوچھے بھی جانتی تھی کہ وہ شخص کون تھا جس کے آنے سے ہی شاہ زیب سکندر کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔اور وہ مسکرانا تک بھول گیا تھا۔شائد یہ وہی شخص تھا جس کا نام وہ اپنے نام کے ساتھ لینا تک گوارہ نہیں کر سکتا۔رمیسا نے سوچ کر ایک افسردہ نظر اس پہ ڈالی تھی۔جس کے چہرے کا رنگ بالکل اُڑا ہوا تھا۔

ان کی کار گھر کے گیٹ پہ رکی تو اس نے ہارن پہ ہاتھ رکھا تو جیسے اُٹھانا بھول گیا۔گارڈ بیچارا تو ہڑبڑا سا ہی گیا تھا۔اس نے گیٹ کھولا تو کار فراٹے بھرتی اندر داخل ہوئی۔اور پھر کار کو روکتے ہی وہ اس کا انتظار کئے بغیر دروازہ کھول کر نکلتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

وہ پیچھلے جتنے دن سے سکندر ہاؤس میں تھی شاہ زیب کو اس نے ایک بار بھی غصہ کرتے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن آج وہ ایک مختلف انسان لگ رہا تھا۔ بالکل مختلف۔۔۔۔ایسے جیسے ایک ہی شکل کے دو مختلف شخص ہوں۔ایک غصیلہ اور دوسرا نرم مزاج۔

اس نے گھر میں قدم رکھے تو وہ اسے کہیں نظر نہیں آیا تھا اور نیچے سے بھی وہ دیکھ سکتی تھی۔ کہ دوسرے پورشن پہ موجود اس کے سٹڈی روم کا دروازہ بند تھا۔

رمیسا کچھ لمحے یوں ہی بے حس و حرکت کھڑی رہی سمجھ نہ سکی کہ اس کے پاس جائے یا پھر نہیں۔

اس نے سٹڈی روم میں داخل ہوتے ہی کمرے کی تمام بٹیاں جلائیں اور لمبے لمبے سانس بھرتے اپنی کرسی کی جانب بڑھتے بے چینی سے ٹانگیں ہلاتے سر میز پہ ٹکا لیا تھا۔اس ایک شخص کی محض پانچ منٹ کی ملاقات نے ماضی کو اس کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ایسے جیسے ابھی کل ہی کی بات ہو۔

"نکل جاؤ میرے گھر سے غلیظ عورت۔اور لے جاؤ اپنی اس گناہوں کی پوٹلی کو۔میرے بیٹا کا تم سے کوئی تعلق نہیں۔اس رات کڑکتی بجلی کی آواز نہیں تھی جتنی حویلی کی مالکن کی تھی۔ برستی بارش میں حویلی کا وہ جان لے لینے والا منظر آج بھی اس

Copyright by New Era Magazine

کی آنکھوں کے سامنے بالکل تازہ تھا۔اس کی ماں روتی ہوئی اپنی گود میں دو دن کی اس کی بہن اُٹھائے ایک ہاتھ میں اس کا ہاتھ پکڑے بی بی جان کی باتوں پہ سر نفی میں ہلا رہی تھی۔اور سامنے ہی سینے پہ بازو لپیٹے ان کی جانب سے چہرہ موڑے عالم شہریار کھڑے تھے جبکہ ان کے پہلو میں حیران سی ان کی دو دن پہلے کی نئی دلہن کھڑی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں ماں جی۔۔۔۔۔"اس سے قبل کہ نگار ش بات مکمل کرتی بی بی نے بڑھ کر پوری قوت سے تھپڑ نگار ش کے گال پہ جڑ ڈالا "خبر دار گھٹیا عورت جو اپنی پلید زبان سے مجھے ماں بولا۔جانے کس کا گناہ ہو تم اور تمہارے یہ بچے۔خبر دار جو تم نے کسی بھی طرح سے میرے یا میرے بیٹے سے کوئی تعلق جوڑنے کی کوشش کی تو۔زندہ نہیں چھوڑوں گی تم لوگوں کو۔"اس کی ماں کو بالوں سے دبوچے وہ معزز دکھنے والی خاتون دھاڑ رہی تھیں۔چند سالہ چھوٹا سا بچہ حیران سا آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لئے اپنی ماں،اپنے باپ اور کبھی اس عورت کو دیکھ رہا تھا۔جو اس کے ماں کو پیٹ رہی تھی۔لیکن اس کی ماں جواب میں روتی بس سر نفی میں ہلا رہی تھی۔اور مسلسل ایک ہی بات کر رہی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"یہ آپ کی اولاد ہے عالم۔۔۔۔یہ سچ میں آپ کی اولاد ہے۔"ان کی آواز،ان کے لہجے میں بے بسی و بے یقینی کے ساتھ اذیت تھی۔

شاہ زیب نے سر میز پہ مارتے جیسے ذہن سے ماضی کو جھٹکنے کی کوشش کرتے بلند آواز میں رونا شروع کر دیا تھا۔

وہ دیوانہ وار اپنی بے بسی و بے کسی میز پہ موجود کبھی ٹائم پیس، پیپر ویٹ،اور دیگر کانچ کے اور دوسرے ڈیکوریشن پیسز پہ اُتار رہا تھا۔وہ کی ہر چیز پاگل کی طرح روتا بار بار سر نفی میں ہلاتا وہ اُٹھا اُٹھا کر پھینک رہا تھا کہ کسی طرح سے کانوں میں ڈھول کی طرح بجتی آواز اور بے رحم الفاظ رک جائیں۔لیکن یہ ایک ٹرامہ تھا،ایک ریل تھی جو نہیں رکنے والی تھی۔اور جو بار بار جاری ہو رہی تھی۔

اس نے بہت سوچتے ڈرتے ڈرتے سٹڈی روم کا بند دروازہ کھولا تھا۔جو کہ یوں تو بند تھا مگر لاکڈ نہ تھا۔اور کمرے میں قدم رکھتے ہی رمیسا کا سانس اس کے حلق میں اٹک گیا۔وہ کمرہ اس سے بالکل مختلف تھا جو نفیس طبیعت رکھنے والے شاہ زیب سکندر کا ہوا کرتا تھا۔وہ اس وقت ایک ٹوٹ پھوٹ کے سامان سے بھرا کمرہ معلوم ہوتا تھا۔وہاں موجود زیادہ تر آرائش کی چیزیں ٹوٹی ہوئی تھیں۔اور شاہ زیب کمرے کی حالت بگاڑنے کے بعد کتابوں والی شیلف سے پیشانی ٹکائے بلند آواز میں کسی کم عمر بچے کی طرح رو رہا

Copyright by New Era Magazine

تھا۔ بالکل ایسے ہی جیسے کسی میلے میں کھو جانے والا بچہ اپنی ماں کو یاد کر کے روتا ہے۔اس کی آواز میں اتنا دکھ تھا کہ رمیسا کی آنکھیں تیزی سے بھیگنے لگی۔اس نے نم ہوتی آں کھوں سے دروازہ واپس بند کیا اور پھر بہت سے کانچ کے شیشوں پہ چلتی اس کی جانب بڑھی۔اس کے پاؤں میں جھجک تھی۔ڈر تھا کہ کہیں وہ اسے دور نہ دھکیل دے۔اسے نقصان نہ پہنچادے۔

اس نے بڑھ کر نرمی سے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو بچہ کسی ہمدرد کو دیکھ کر اس کی جانب متوجہ ہوا۔رمیسا کی آں کھوں میں اپنے لئے ہمدرد اور نرمی دیکھ کر اس کو جیسے مذید دکھ پہنچا تھا۔اس نے فوراً چہرہ موڑ لیا۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں رمیسا؟" بائیں ہاتھ سے گال رگڑتے اس نے پوچھا تو رمیسا نے خاموشی سے سر اس کی پشت سے ٹکا لیا تھا۔"میرا دل کیا میں آپ کے ساتھ آ کر بیٹھ جاؤں شاہ۔۔۔۔کیا میں نہیں آسکتی؟"اس نے پہلی بار کئی سال بعد اسے شاہ مخاطب کیا تھا۔شائد بچپن کے بعد پہلی بار۔اگر اس وقت وہ غور کرتا تو خوش ہوتا۔لیکن اس وقت بہت سے دکھ تھے جو شاہ زیب سکندر کو لاحق تھے۔رمیسا کے بھیگی آواز میں پوچھنے پہ شاہ زیب نے سر نفی میں ہلایا تھا۔جس سے کئی آنسو اس کی پلکوں سے ٹوٹ کر فرش پہ گرے۔"آپ بھی زخمی ہو جائیں گی۔"اس کا لہجہ زخمی

Copyright by New Era Magazine

تھا۔زمیسا نے ہونٹ بھینچ کر سسکی روکی۔"کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔آپ مرہم لگا دینا۔سر اس کی پشت سے ہٹاتے اس نے اس کو کندھے سے پکڑ کر اپنی جانب موڑا تو شاہ زیب نے بچوں کی طرح روتے ہاتھ اس کے سامنے کئے تھے۔رمیسا کا سانس ایک دم سے رک گیا۔

"لیکن ریا۔۔۔۔میرے تو خود ہاتھ زخمی ہیں۔۔۔۔"اس کے ہاتھوں سے بھل بھل لہو نکل کر فرش پہ گر رہا تھا۔اور وہ ہاتھ میں سختی سے ٹوٹا کانچ پکڑے کھڑا تھا۔رمیسا اس سے دو قدم پیچھے ہٹی اور منہ پہ ہاتھ رکھے تیزی سے باہر کی طرف بھاگ گئی تھی۔اس کے کمرے سے نکل جانے تک وہ اسے دیکھتا رہا۔اور پھر بے بسی سے کرسی پہ ڈھے سا گیا تھا۔ساتھ ہی ہاتھ میں پکڑا کانچ کا ٹکڑا ہاتھ سے نکل کر فرش پہ گرا۔

رمیسا روتے ہوئے تیزی سے سڑھیاں اُتر رہی تھی لیکن بار بار ہیل کی وجہ سے تیز چلنا مشکل تھا۔اس نے ایک دم سے سڑھیوں پہ رکتے جھک کر پاؤں سے جوتے اُتار کر دور اُچھالے اور پھر وہ بھاگتی کچن سے فرسٹ ایڈ باکس لے آئی تھی۔

اور کانچ پہ چل کر اس تک واپس آتے اسے احساس نہیں ہوا تھا لیکن چھوٹے چھوٹے کئ کانچ کے ٹکڑے اس کے پاؤں کی زینت بن گئے تھے۔اور لہو کی ننھی ننھی لکیریں اس کے پاؤں سے بھی نکلنے لگی تھیں۔

Copyright by New Era Magazine

وہ اس کے سامنے زمین پہ بیٹھی اور فرسٹ ایڈ باکس نکالتے گالوں کو اپنے آستین سے صاف کرتے اس نے اس کا لٹکا ہاتھ اپنی گود میں رکھ لیا۔زمین پہ ٹپکتا خون ایک دم سے رمیسا کی گود میں جزب ہونے لگا۔

"آپ نے یہ کیا کیا شاہ زیب۔۔۔۔؟"اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور بار بار آنکھوں میں جمع آنسوؤں سے منظر دھندلا جاتا جسے وہ سر جھٹک کر واضح کرتی۔"آپ نے خود کو زخمی کیوں کیا؟"وہ روئی سے زخم کا نشان صاف کرتے اسے نرمی سے دبا رہی تھی۔کہ خون بہنا رک جائے۔اس کی بات پہ شاہ زیب نے ناسمجھی سے گردن ترچھی کرتے اسے دیکھتے پوچھا۔

"بہت زخم ہیں۔آپ کس کی بات رہی ہیں؟"بہت سے آنسو اس کی آنکھوں سے ہوتے اس کے کان کی جانب بہہ گئے تھے۔رمیسا نے سسکی روکنے کو ہونٹ بھینچ لئے ۔پھر گلا کنکھار کر بولی۔

"میں۔۔۔۔میں ہاتھ کی بات کر رہی ہوں شاہ زیب۔۔۔۔آپ نے اس کو کیوں زخمی کیا؟"خون تیزی سے نکل رہا تھا۔وہ فرسٹ ایڈ کے ساتھ پانی کی بوتل بھی لائی تھی۔جس میں روئی کے گالے کو گیلا کر کے وہ اب نشان صاف کر رہی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"یہ تو معمولی سا زخم ہے میرے دل۔۔۔ایسے زخم تو مجھے ویسے ہی آجاتے ہیں۔" وہ ایسے بول رہا تھا جیسے خود کو زخمی کر لینا اس کا معمول ہو۔رمیسا نے سر نفی میں ہلایا۔"آپ بہت بُرے ہیں۔۔۔۔آپ نے میرا ذرا نہیں سوچا۔۔۔۔باقیوں کی طرح آپ کو بھی میرا کوئی خیال نہیں۔"اس کے شکوے پہ وہ جیسے خود پہ ہنس دیا تھا۔اور ہنستے ہنستے سر جھٹکنے لگا۔

"مجھے بھی یہی لگتا ہے رمیسا کہ میں بہت بُرا ہوں۔اور کبھی کبھی تو لگتا ہے کہ مجھے جینے کا بھی کوئی حق نہیں۔"

"لیکن میں مرتا نہیں ہوں۔۔۔۔۔میں مرنا نہیں چاہتا۔۔۔۔۔کوئی ہے جس کی خاطر،جس کے حصے کی ساری زندگی بھی مجھے جینی ہے۔"وہ بول رہا تھا یا اپنے زخم اُکھیڑ رہا تھا رمیسا سمجھ نہیں پائی تھی لیکن اس کے لہجے کی کپکپاہٹ اور چہرے پہ پھیلا زخم اتنا گہرا تھا کہ وہ چاہ کر بھی اس کے چہرے کے گھاؤ کو صاف نہیں کر سکتی تھی۔اور نہ ہی وہ خود میں اتنی ہمت پاتی تھی۔وہ خود سر سے پاؤں تک آبلہ پا تھی وہ تو خود ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی وہ کیسے کسی اور کو سنبھالتی۔اس کے وجود میں اتنی طاقت اتنی ہمت کب تھی کہ وہ کسی جوان مرد کو سہارا دے دیتی اس کے وجود کو اپنے باہوں کے ہالے میں لپیٹ کر حوصلہ دیتی کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔کہ ابھی تو وہ خود کو بھی یقین نہیں دلا پا رہی

Copyright by New Era Magazine

تھی کے سب ٹھیک ہو جائے گا۔اس نے اس کی مذید کسی بات کا جواب دیا تھا اور نہ ہی کوئی سوال کیا بس خاموشی سے روتی رہی اور پٹی باندھتی رہی۔یہ پہلی بار تھا جب وہ یوں کسی بے بس کے زخم پہ نرم روئی کے گالے رکھ رہی تھی۔کسی کے زخم پہ مرہم لگا رہی تھی۔

"جانتی ہو۔۔۔وہ دو دن کی تھی۔اتنی چھوٹی۔۔۔۔بالکل میرے ہاتھ کے جتنی۔"اس نے بائیاں ہاتھ اس کے سامنے کیا۔تو رمیسا نے پھر سے آنکھوں سے اُمڈتے آنسو گال سے رگڑے۔وہ خود ہی اس کے سامنے خود کو کھول رہا تھا۔وہ بول کر اس کو روکنا نہیں چاہتی تھی۔

"وہ اتنی سی تھی جب وہ مر گئی۔۔۔۔وہ اتنی چھوٹی تھی کہ ابھی تو اس کا نام بھی میں نے نہیں رکھا تھا اور وہ چلی بھی گئی۔وہ بارش۔۔۔۔بارش میں پوری رات بھیگ بھیگ کر سردی برداشت نہیں کر پائی تھی۔"اس کے دل پہ کاری زخم تھے جو آج وہ اسے پہلی بار دکھا رہا تھا۔اس نے کہتے رک کر گال رگڑے۔اس کے چہرے کے بال بالکل نم تھے"۔مجھے اور مما کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ہم اسے لے کر کہاں جائیں کس سائے کے نیچے کھڑے ہوں جہاں سے اس پہ پانی نہ پڑے۔لیکن ہم کچھ نہ کر سکے۔ہم پوری رات اس چھوٹی سی جان کو لئے بے یار و مددگار سڑکوں پہ پھرتے رہے۔لیکن کہیں

Copyright by New Era Magazine

کوئی ٹھکانا نہیں ملا۔۔۔۔کہیں کوئی جگہ نہیں ملی جہاں ہم اس کو چھپا لیتے۔اور وہ دو تین گھنٹوں میں ہی دم توڑ گئی۔اس کی آواز تک نہیں نکلی تھی رمیسا۔میں اور مما نے اسے بہت آوازیں دیں لیکن اس کی ذرا سی بھی آواز نہیں نکلی۔"بتاتے ہوئے اس کی ہچکی بندھ گئی تھی۔رمیسا کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔اس نے شاہ زیب کا زخمی پٹی میں بندھا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔"کون تھی وہ شاہ زیب؟"اس کے سوال پہ وہ چپ سا سوچ میں پڑ گیا تھا۔پھر کچھ سوچ سمجھ کے بعد بولا"وہ میری بہن تھی۔۔۔۔دو دن کی۔اس کا نام میں نے مریم سوچا تھا۔میں ممی سے کہا کرتا تھا۔کہ مریم جب بڑی ہو گی تو میں اس کے ساتھ کھیلا کروں گا۔وہ اس کے ایک سوال پہ رکا نہیں تھا۔وہ مذید کہہ رہا تھا۔"لیکن مجھے اس سے کھیلنے کا موقع نہیں ملا۔مجھے اس کو مریم بلانے کا بھی موقع نہیں ملا۔تازہ آنسو نکل کر اس کے گالوں پہ بہہ گئے تھے۔رمیسا نے بھی بہتے آنسو اپنے گالوں سے صاف کئے۔

"آپ اور آں ٹی اپنے گھر کیوں نہیں گئے تھے شاہ زیب؟"

"آپ لوگ بارش میں کیوں تھے؟"یہ سوال ایسا تھا جو پوچھنے کے بعد رمیسا کو احساس ہوا تھا۔کہ زبان سے نکلے لفظ کیسے کسی کی جان لے سکتے ہیں۔شاہ زیب کے چہرے پہ کئی رنگ آ کر چلے گئے تھے۔اس نے رمیسا کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکال لیا۔رمیسا نے

Copyright by New Era Magazine

حیرانی سے اسے دیکھا۔جو اپنے آنسوؤں کو صاف کر رہا تھا۔وہ مذید آگے کچھ نہیں بولا تھا۔اس نے اس کے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔اور جب وہ گئی تو جہاں وہ بیٹھی تھی وہ اس جگہ کو دیکھ کر چونک گیا تھا۔

وہ لاؤنج میں آکر صوفے پہ بیٹھی تو ایک دم سے اس کی نظر اپنے پاؤں پہ گئی تھی۔اور یہی وہ وقت تھا جب رمیسا کا مران کے جو بندھ بندھے تھے سب کھل گئے تھے۔وہ روئی تو اس کی آواز پورے لاؤنج میں گونجنے لگی تھی۔اور وہ پاؤں لٹکائے صوفے پہ بیٹھی مسلسل اپنے پاؤں کو دیکھتی رو رہی تھی۔درد کا شدید احساس تھا جو اس کے پاؤں سے ہوتا اس کے پورے وجود میں زائل ہو رہا تھا۔

اس نے اس کے پاس کھڑے ہوتے اس کی نظروں کے رخ میں اس کے پاؤں کو دیکھا ۔جہاں پتلی سی خون کی دو تین لکیریں نظر آ رہی تھیں۔رمیسا نے ہلق کے بل روتے اسے دیکھا اور پھر اپنے دونو ہاتھون سے گال رگڑے۔اس کے گال رگڑنے پہ شاہ زیب کو کوفت محسوس ہوئی تھی۔سرخ گال ایک دم سے مذید سرخ نظر آنے لگے تھے۔

Copyright by New Era Magazine

"میرے پاؤں پہ چوٹ آئی ہے۔"روتے ہوئے وہ اسے متوجہ کر رہی تھی۔شاہ زیب نے جھک کر زمین پہ بیٹھتے اس کا دائیاں پاؤں اُٹھا کر اپنے گھٹنے پہ رکھا۔اور پھر جو فرسٹ ایڈ باکس وہ ساتھ لایا تھا اس نے وہی کھول کر نرمی سے اس کے زخم پہ مرہم لگا تھا پٹی باندھی تھی۔اور اس عرصے میں رمیسا نے رو رو کر اپنا گلا بٹھا لیا تھا۔

"بس ہو گئی پٹی ریا اب ٹھیک ہو جائے گا پاؤں۔"پاؤں صوفے پہ رکھتے اس نے نرمی سے اسے بہلانے والے انداز میں کہا مگر رمیسا سر نفی میں ہلا رہی تھی۔

"نہیں ہو گا ٹھیک میرا پاؤں۔میں اب کبھی چل نہیں پاؤں گی۔میں اپاہج ہو گئی ہوں۔"روتے ہوئے وہ اس کی بات کی تردید کر رہی تھی۔شاہ زیب گہرا سانس لیتا اس کے برابر بیٹھا اور اس کا سر اپنے کندھے سے لگاتے پشت سہلانے لگا تھا۔وہ محض معمولی زخموں پہ رونے والی کب تھی۔وہ تو اپنے دل کے کاری زخموں پہ رو رہی تھی۔جو شاہ زیب سکندر کو روتا دیکھ کر تازہ ہو گئے تھے۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا میرے دل۔۔۔۔۔"اس کی پشت کو سہلاتے وہ اسے حوصلہ دے رہا تھا۔جس نے آج رو کر تمام ملازمین کو بھی جگا دینا تھا شائد۔

"آپ نہیں جانتے۔۔۔۔آپ کچھ نہیں جانتے۔۔۔۔۔آپ کو نہیں پتا۔"

Copyright by New Era Magazine

"ہاں میں نہیں جانتا۔۔۔۔"اس نے بھی فوراً سر اثبات میں ہلایا تو رمیسا نے مذید کچھ نہیں کہا بس اس کے ساتھ لگی روتی رہی اور تب تک روتی رہی جب تک کہ اس کی ہچکی نہ بندھ گئی تھی۔شاہ زیب نے اسے پانی پلایا تو اپنے گال رگڑ کر وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی تھی۔شاہ زیب اس کا سر تھپکتا مسکرایا تھا۔"سچ بتائیں پاؤں پہ چوٹ کی وجہ سے نہیں رو رہی تھی نا؟"اس کے سوال پہ رمیسا نے اپنے قریب اس اُداس بیٹھے مرد کو دیکھا اور پھر ہونٹ بھینچ کر سر نفی میں ہلایا تھا۔شاہ زیب نے ذرا سا اس کی جانب جھکتے اس کی نم آنکھوں میں دیکھا جہاں دکھ اور تکلیف کا جہاں آباد تھا اس کا دل چاہا وہ ان بھوری آنکھوں کا نرمی سے بوسہ لے اور ان کا سارا دکھ وہاں سے چورا لے۔اور اس نے ایسا ہی کیا تھا۔اس کی حرکت پہ رمیسا کی رکی ہچکی پھر سے بندھ گئی تو شاہ زیب کے چہرے پہ مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔

"سوری۔۔۔۔"آہستگی کہتا وہ اپنی جگہ سے اُٹھا تو رمیسا نے ناراضی سے اسے دیکھ تھا۔ماتھے پہ سیکڑوں بل تھے۔اس کے ایک دم سے بدلتے موڈز کو دیکھ کر وہ اندر سے حیران تھی۔

"میں جانتا ہوں۔۔۔۔آپ کے پاؤں پہ چوٹ آئی ہے۔اس لئے آپ چل نہیں سکتیں اس لئے میں آپ کو۔۔۔۔۔"اس نے جھک کر اس کو اپنے بازوؤں پہ اُٹھایا تو رمیسا

Copyright by New Era Magazine

کی آں کھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔اس کی بھوری نم آنکھوں میں بے یقینی تھی۔شاہ زیب کو اب کی بار مزہ آیا۔اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے جملہ مکمل کیا۔"آپ کے کمرے میں چھوڑنے جارہا ہوں۔"کہتے اس نے قدم سڑھیوں کی جانب بڑھائے تو رمیسا نے اس کی جانب سے چہرہ موڑ کر دوسری جانب کر لیا تھا۔شرم سے اس کا چہرہ بالکل لال تھا۔ایسے جیسے انار ہو۔اور ماتھے پہ ایک دم سے کئی پسینے کے قطرے جھلکنے لگے تھے۔شاہ زیب دیکھ سکتا تھا۔پھر جب اس نے اسے بیڈ پہ لٹاتے اس کے اوپر لحاف دیا تو یہ کہتے ہوئے اے سی چلا دیا تھا کہ "یقیناً اس کو گرمی لگ رہی ہے۔جو اس کو پسینہ آرہا ہے۔"اور اس کی بات پہ رمیسا نے غصے میں دانت پیستے سر کے نیچے سے تکیہ نکال کر اس کی جانب اُچھال دیا تھا۔شاہ زیب نے مسکرا کر تکیہ کیچ کر لیا۔یقیناً اب وہ رونے کی بجائے ناراضی سے اسے بُرا بھلا کہنے والی تھی۔وہ تکیہ واپس بیڈ پہ رکھ کر اسے سونے کا کہتا خود باہر نکل گیا تھا۔

"آج میں شاہ زیب سے ملا بی بی جان۔۔۔۔اور وہ بالکل میرے جیسا ہے۔"شیریں بی بی کے کمرے میں بیٹھے عالم شہریار کی پُر جوش آوازیں کمرے سے باہر تک سُنائی دے رہی تھی۔عصمت جو باپ سے چائے کا پوچھنے آئی تھی وہیں رک گئی۔تو بابا کو ان کا لاپتا

Copyright by New Era Magazine

بیٹا مل گیا تھا؟اسے اللہ سے شکوہ ہوا۔اس نے کتنی دعائیں کی تھی۔کہ شاہ زیب بابا کو نہ ملے لیکن اللہ نے اس کی اب کی بار بھی دعا نہیں سُنی تھی۔وہ اکیس سالہ لڑکی نازک،دھان پان سی تھی۔گندمی رنگت میں بھورے رنگ کے کاٹن کے شلوار قمیض میں سر پہ ہم رنگ دوپٹا لئے وہ اچھی مگر خفا سی دکھ رہی تھی۔

"تم نے اسے میرا بتایا؟۔۔۔۔اسے بتایا میں بیمار ہوں؟"بی بی جان کی بے چین سی آواز میں کمزوری کا اثر واضح تھا۔عالم صاحب نے گہرا سانس لیا۔بولے تو لہجے میں دکھ تھا۔

"نہیں۔۔۔۔بی بی جان۔۔۔۔اس کے گھر میں کوئی مسلہ تھا اس لئے اسے جانا پڑا۔"نظر چوراتے وہ بولے تو بی بی کے چہرے پہ مسکراہٹ گہری ہوئی۔وہ جوش میں بولی تھیں۔

"اسے میرے پاس لے آؤ عالم۔۔۔۔میں مرنے سے قبل اپنے پوتے سے ملنا چاہتی ہوں۔میری خواہش پوری کر دو۔"ان کے لہجے میں معمول کا رعب و دبدبا نہیں تھا۔وہاں تو محبت و نرمی تھی۔باہر عصمت نے غصے میں سر جھٹکا۔

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں بی بی جان۔۔۔۔؟اللہ آپ کو ہماری زندگی بھی لگا دے۔"ماں کی بات پہ انہیں تکلیف پہنچی تھی۔وہ مسکرا دیں۔"اگر مجھ سے اتنی محبت کرتے ہو تو اسے میرے پاس لے آؤ نا۔"وہ ہمیشہ سے سب کو امتحان میں ڈالنے

Copyright by New Era Magazine

کی عادی تھیں۔اب بھی وہ انہیں ایک بڑی ذمہ داری پہ لگا کر ان کو مشکل میں ڈال رہی تھیں۔کرسی پہ بیٹھے عالم شہریار ان کی بات پہ کچھ بے چین سے ہو گئے تھے۔

"اگر وہ اس گھر میں آئے گا تو ہم اس گھر میں نہیں رہیں گے بی بی جان۔"عصمت کی برداشت جواب دے گئی تو وہ بغیر لحاظ کئے کمرے میں داخل ہو گئی تھی۔جبکہ اس کی بات پہ بی بی جان اور عالم شہریار نے اسے گھورا تھا۔

"لڑکی تمہیں تمیز نہیں کہ کان لگا کر باتیں نہیں سُنتے؟"بی بی کا دباغصہ عود آیا تھا۔عصمت طنز سے ہنس دی۔

"مجھے اس لئے تمیز نہیں بی بی جان کیونکہ آپ لوگوں نے بیٹا نہ ہونے کی پریشانی میں ہم پر دھیان ہی نہیں دیا۔آپ لوگوں کے لئے تو ہم انسان نہیں بلکہ کوئی مجسمے ہیں جن کی ٹانگیں بس جاندار ہیں۔اور باقی پورا وجود کسی۔۔۔۔کسی سیمنٹ کا بنا ہے۔جو نہ بول سکتے ہیں۔۔۔۔اور نہ سوچ۔شکوہ کرتے اس کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے۔عالم شہریار اس کی بدزبانی پہ اپنی جگہ سے اُٹھے تھے۔بی بی جان کا بھی اس کی آواز سے سر دکھنے لگا تھا۔

"بدتمیزی مت کرو عصمت۔۔۔۔۔دادی ہیں تمہاری۔"ان کی بات سے عصمت کو مذید تکلیف محسوس ہوئی۔"بابا مجھے صرف ان سے شکوہ نہیں ہے۔کہ ان کو ہمارا خیال

Copyright by New Era Magazine

نہیں۔مجھے آپ سے بھی شکوہ ہے۔جن کو پاس موجود بیٹے کی تو پوری خبر ہے مگر گھر میں موجود بیٹیوں کی کچھ پروا نہیں۔جن کو ہم چلتے پھرتے کہیں نظر نہیں آتے۔"وہ جو بی بی جان اور بابا کے سامنے رونا اپنی توہین سمجھتی تھی آج رو دی تھی۔عالم شہریار نے سر جھٹکا۔

"بلاوجہ شکوے شکائت کرنے کی تم لوگوں کو یوں بھی عادت ہے۔کہاں ہے تمہاری ماں بلاؤ اس کو پوچھوں اس سے۔"غصے میں کہتے وہ لحاظ بھول گئے تھے اور اونچی آواز میں بول رہے تھے۔عصمت نے بے دردی سے گال رگڑے۔

"آپ کو امی کو پریشان کرنے کی ضرورت نہیں ہے بابا۔مجھ ہی سے کہہ دیں۔بلکہ میں آپ کو بتاتی ہوں کہ اُنہوں نے مجھے کیا سکھایا اور میں نے کیا سیکھا ہے۔"وہ آج اپنے اندر دبا سارا غصہ نکال لینا چاہتی تھی۔جو پل پل اس کے اندر لاوے کی طرح پکتا جا رہا تھا۔

"میں نے آپ سے اور بی بی جان سے غصہ کرنا،ڈانٹنا،اور کم ظرفی سیکھی ہے۔اور امی سے میں نے منہ بند رکھنا سیکھنا ہے۔لیکن۔۔۔۔۔"اس سے قبل کہ وہ مذید کچھ کہتی عالم شہریار نے پوری قوت سے تھپڑ اس کے نازک گال پہ رسید کیا تھا۔وہ منہ کے بل بی بی جان کے قریب بیڈ پہ گری۔

Copyright by New Era Magazine

"اچھا کیا۔۔۔۔۔میں تو کہتی ہوں عالم۔۔۔۔آج اس لڑکی کی کینچی جیسی زبان ہی کاٹ ڈال۔جو بولنا جانتی ہے بس۔" وہ آگ پہ مٹی کے تیل کا کام کر رہی تھیں۔عصمت کی آں کھوں سے کئی آنسو نکل کر بیڈ میں جزب ہوئے۔وہ ہڈ دھرمی سے فوراً سیدھی ہو کر اپنے پاؤں کھڑی پہ ہو گئی تھی۔باپ کی آنکھوں میں ڈالے اس نے کہا تھا۔

"میں دعا کرتی ہوں بابا کہ آپ کو آپ کا بیٹا کبھی نہ ملے۔۔۔۔میں دعا کرتی ہوں کہ وہ آپ لوگوں کو ویسے ہی رد کرے جیسے آپ لوگوں۔۔۔۔۔" اور یہ وہ آخری بات تھی جو وہاں موجود نفوس سننا چاہتے تھے۔اس کے بعد عالم شہریار کا ہاتھ جو پھر سے اُٹھا تو کوئی انہیں روک نہیں پایا تھا۔وہ بھول گئے تھے کہ وہ جس کو مار رہے ہیں۔وہ ان کی سگھی بیٹی ہے۔جو بچی نہیں ہے۔جو عمر کے اس حصے میں جہاں والدین اپنے بچوں پہ اعتماد کرتے ہیں۔وہ تو ان پہ ہاتھ اُٹھانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔

شور کی آواز پہ عبیرہ اپنے کمرے سے نکل کر بی بی جان کے کمرے کی طرف بھاگی تو وہیں عشرت جو کہ اسی طرف چائے لے کر آ رہی تھیں۔تیزی سے اندر داخل ہوئی تھیں۔مگر کمرے کا منظر دیکھ کر ان کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔اُنہوں نے کانپتے ہاتھوں سے چائے کے کپ زمین پہ رکھے اور جلدی سے عالم کے ہاتھ سے پٹتی بیٹی کو

Copyright by New Era Magazine

دور کیا تھا۔ عبیرہ آں کھوں میں آنسو لئے اپنے باپ کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ جو اپنی عمر کا تقدس بالکل بھول گئے تھے۔

"میں نفرت کرتی ہوں آپ سے بابا۔۔۔۔ سُن۔۔۔۔۔ سُن لیں۔" اس کا سانس پھول رہا تھا۔ اس کے ہونٹ کے کنارے پٹے اور اس کے گال سرخ ہو چکے تھے۔ ایسے میں وہ ہلق کے بل چلاُ اٹھی تھی۔ عشرت جو بیٹی کو اپنے پیچھے چھپا رہی تھیں۔ مڑ کر صدمے سے بیٹی کو دیکھا تھا۔ جبکہ اس کے الفاظ پہ عالم شہریار پھر سے اس کی جانب لپکے تھے مگر عشرت نے انہیں پوری قوت سے اس سے دور دھکیلا تھا۔

"اپنی بیوی کو پکڑ پہلے بالوں سے عالم۔۔۔۔ یہی ہے جو سکھاتی ہے۔" بیڈ پہ اُٹھ کر بیٹھتی بی بی جان بولیں تو عبیرہ نے حیرت سے اپنی دادی کو دیکھا تھا۔ اور ماں کے پیچھے چھپ کر کھڑی عصمت فوراً ماں کو پیچھے کرتی سامنے آگئی تھی۔ عالم شہریار نے جو ہاتھ عشرت کو مارنے کے لئے اُٹھایا تھا وہ پھر سے عصمت نے اپنے گال پہ کھا لیا تھا۔ عشرت کا دل ان کے ہلق میں آگیا۔ بے یقینی سے وہ برف کا مجسمہ بن گئی تھیں۔ ان کو یقین نہ آیا کہ گالم گلوچ کرنے والے عالم شہریار ان پہ ہاتھ بھی اُٹھا سکتے ہیں۔ عصمت نے طنز سے ہنستے باپ اور دادی کو دیکھا تھا جو خود بھی اب خاموش کھڑے تھے۔ عبیرہ کی

Copyright by New Era Magazine

آں کھوں سے آں سو نکلتے اسکے ننگے پاؤں پہ گرتے جا رہے تھے اور وہ مشکل سے دروازے کا سہارا لئے کھڑی تھی۔

"آج آپ نے اپنی عزت میری نظر میں کھو دی ہے بابا۔" کہتے وہ عشرت کی جانب مڑی اور اپنی ماں کو بازؤں کے ہلالے میں لئے وہ اپنے باپ کے قریب سے گزر رہی تھی۔

صبح سورج نکلا تو دن تو نیا شروع ہو گیا مگر بسنے والے بہت سے لوگوں کے لئے رات نہیں چھٹ سکی تھی۔ لیکن کچھ تھے جو زبردستی رات کو کندھوں سے نیچے دھکیلتے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ رات بھر سکون سے سو نہیں پایا تھا۔ بے چینی اس کے وجود پہ حاوی رہی تھی۔ صبح فجر کے بعد وہ جب ٹریک سوٹ پہن کر نکلا تو ر میسا کے کمرے میں جھانک کر دیکھ گیا تھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ اس کے گالوں پہ آنسوؤں کے مٹے نشان ابھی بھی روشنی میں چمک رہے تھے۔ وہ چند پل اس کے قریب کھڑا اس کے چہرے کو نرمی اور محبت سے دیکھتا رہا اسے یاد تھا کیسے وہ اس کا پٹی میں بندھا ہاتھ پکڑے بیٹھی اس کے ساتھ روتی رہی تھی۔ اسے یاد آیا اس نے کیسے اس کی آنکھوں کا بوسہ لے کر ماضی اس کی آں کھوں سے چورانے کی کوشش کی تھی۔ شاہ زیب کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ

Copyright by New Era Magazine

رینگ گئی۔اس نے اے سی کی کولنگ کم کر دی۔اس پہ لحاف درست کیااور پھر دبے پاؤں کمرے سے نکل گیا تھا۔

پھر جب وہ جوگنگ کے بعد آیاوہ تب بھی اسے سوتی ملی تھی۔لیکن اب جب وہ دوبارہ فریش ہو کر آفس جانے کے تیار سا باہر نکلا تو مریم کو اس کے کمرے سے نکلتا دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ محترمہ اُٹھ چکی ہیں اور اب ناشتہ فرمانے والی ہے۔تبھی اس نے جاتی مریم کو اس کا ناشتہ بھی رمیسا کے کمرے میں دے جانے کا کہا تھا۔اور قدم اس کے کمرے جانب بڑھائے تو چلتے چلتے ایک دم سے راہداری میں لگے وسیع آئینے میں اپنا عکس دیکھا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsanay|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ ہیلے رنگ سوٹ میں ملبوس گرے سے رنگ کی ٹائی باندھے بالوں کو جیل سے سمیٹے ہمیشہ کی طرح جاذبِ نظر لگ رہا تھا۔اس نے مسکرا کر قدم اس کے کمرے کی جانب بڑھادئے۔

"آپ ناشتہ کمرے میں کیوں کر رہی ہیں؟"چوکھٹ میں رکتے اس نے پوچھا تو رمیسا جو کہ سائڈ ٹیبل سے ٹرے اُٹھا کر اپنی گود میں لحاف پہ رکھ کر ناشتہ کرنے والی تھی۔اس کو دیکھ کر اسے رات والی اس کی حرکت یاد آئی تھی۔جس پہ اس کے گال ایک بار پھر سے سرخ پڑ گئے تھے۔اس نے ناراضی سے سر جھٹکتے کہا۔

Copyright by New Era Magazine

"آپ کو اس سے کیا۔؟"اس کی بات پہ شاہ زیب کو ہنسی آئی تھی۔لیکن وہ ہنسا نہیں تھا بلکہ سنجیدہ سا گلا کھنکھارتا اس کی جانب بڑھا اور اس کی جھولی سے ٹرے اُٹھالی۔اس کی حرکت پہ اس نے تپ کر اسے دیکھا تھا۔

"کیا مسلہ ہے؟"وہ غصے سے بولی تو اس نے ٹرے واپس سائڈ ٹیبل پہ رکھی اور پھر ایک چھوٹی میز لا کر اس کے پاس رکھتے اس نے ٹرے اوپر رکھی تو رمیسا جو بڑی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔منہ بنا کر رہی گئی تھی۔

"مجھے ٹیبل پہ رکھ کر نہیں کھانا'اس نے دوبارہ ٹرے اُٹھانی چاہی تھی جب اسے اس کے دونو ہاتھ پکڑ کر ہوا میں کرتے اس کے قریب بیڈ پہ بیٹھ گیا تھا۔رمیسا نے اس کی حرکت پہ اسے گھورا۔تو شاہ زیب سنجیدہ سا اس کی آنکھوں میں جھانکتے بولا تھا۔

"ناشتہ میز پہ رکھ کریں۔"کہتے اس نے اس کے ہاتھ چھوڑ دئے اور پھر اس کی جھنجھلاہٹ کو نظر انداز کرتے اس نے ایک پلیٹ اُٹھا کر اس میں توس پہ مکھن لگا کر رکھنا شروع کر دئے تھے۔

"لیکن مجھے بیٹھ کر نہیں کھانا مجھ سے نہیں بیٹھا جاتا۔"وہ توس پہ مکھن لگا کر اس کو پکڑا رہا تھا۔رمیسا نے توس پکڑتے کچھ ناراضی سے کہا تو وہ جو ہاتھ سے چھری پلیٹ میں رکھ

Copyright by New Era Magazine

کر اس کے لئے گلاس میں دودھ نکال رہا تھا۔رک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔اسے وہ عجیب ہی باتیں بتاتی تھیں۔

"کیوں آپ کو کیا ہوا ہے۔؟"اس نے پوچھا تو رمیسا نے اس کے سوال پہ بیڈ سے پشت ٹکا کر یوں ہی بیٹھے کھاتے ابرو سے اشارہ اپنے لحاف میں چھپے پاؤں کی طرف کیا اور پھر نوالہ نگل کر کہا تھا۔"مجھے کمزوری ہے۔"اس کی بات پہ شاہ زیب کے چہرے پہ مسکراہٹ رینگ گئی۔اس نے فوراً چہرہ واپس موڑ لیا۔

"اگر آپ سیدھی بیٹھ کر نہیں کھائیں گیں تو میں آپ کو ناشتہ نہیں کرنے دوں گا۔۔۔"ایک اور بریڈ کے سلائس پہ مکھن لگا کر پلیٹ میں رکھتے اس نے کہا تو رمیسا نے ہاتھ جھاڑتے اسے گھورا تھا جبکہ اس کے ہاتھ جھاڑنے والی حرکت کو نظر انداز کرتے اس نے ہاتھ لمبا کر کے دو تین ٹیشو پیپرز نکال کر رمیسا کے ہاتھ میں زبردستی تھمائے تھے۔

"آپ کے ساتھ مسلہ کیا ہے شاہ؟"اس کے شاہ کہنے پہ شاہ زیب کی گردن میں ایک گلٹی اُبھر کر غائب ہوئی۔اس کی آنکھیں جیسے خوشی میں مسکرا دی تھیں۔"میرا مسلہ یہ ہے۔کہ اگر آپ ایسے ٹیک لگا کر کھائیں گیں تو کھانا آپ کے گلے میں اٹک جائے گا۔۔۔۔اور مجھے ہی آپ کو اسپتال لے کر جانا پڑے گا۔"

Copyright by New Era Magazine

"نہیں کہوں گی آپ کو۔۔۔۔ناراض ہوتے اس نے اس کی پلیٹ میں رکھے توس اُٹھا کر گود میں رکھنے چاہے تھے جب اس کی دھٹائی پہ اسے گھورتے اس نے پلیٹ اُٹھار کر میز پہ رکھی تو وہ دانت پیستی سیدھی ہو گئی تھی۔اگر اسے بھوک نہ لگی ہوتی کہ رات سے ہی اس نے کچھ نہیں کھایا تھا تو کبھی اس کی بات نہ مانتی۔اس کے سیدھے ہو کر بیٹھنے پہ شاہ زیب نے ایک توس اُٹھار کر اس کے ہاتھ میں تھمانا چاہا تو رمیسا نے اسے گھورتے توس پکڑ لیا تھا۔

"آپ کو ناشتہ نہیں کرنا؟"اس نے پوچھا تو اس نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا کہ تبھی مریم اس کی ٹرے سجائے کمرے میں آئی تھی۔رمیسا نے گہرا سانس لیا۔یعنی آج بھی وہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑنے والا تھا۔اس نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا جو تیار سا ہمیشہ کی طرح اچھا لگ رہا تھا۔

"تو آج آپ کمزوری کی وجہ سے یونیورسٹی نہیں جا رہیں۔رائٹ؟"شرارت سے وہ اسے اب چھیڑ رہا تھا۔اس کے طنز کو محسوس کرتے رمیسا نے گلا کھنکھارا۔اور بولی۔"ظاہر ہے۔۔۔۔مجھے آپ کا خیال ہے۔کہ بلاوجہ وہاں بے ہوش ہو گئی تو آپ کو ہی زحمت ہو گی۔"اس کی بات پہ اس نے افسوس سے سر نفی میں ہلایا تھا۔بولا تو افسوس لہجے سے بھی عیاں تھا۔"مجھے نہیں پتا میری بیوی اتنی کام چور ہے۔"

Copyright by New Era Magazine

"ہاں تو ایسی سہولت مجھے پہلے کبھی ملی جو نہیں۔اگر پروفیسرز آپ کو جانتے ہیں تو کم از کم مجھے پیپر یا پھر اٹینڈینس میں کوئی مسلہ تو نہیں ہو گا نا۔اس نے عقلمندی سے کہا تو اس نے فوراً ناشتے سے ہاتھ روکتے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"سوری۔۔۔۔میں آپ کی اس معاملے میں کوئی مدد نہیں کر سکتا۔آپ اگر پڑھیں گیں۔کلاسز ٹھیک سے اٹینڈ کریں گی تبھی پاس ہوں گی۔ورنہ سمر لگانے پہ مجھے کوئی مسلہ نہیں۔میں چھوڑ آیا کروں گا۔"اس کے صاف ہاتھ اُٹھا لینے پہ رمیسا کو ایک دم سے اپنی کتابوں کے لالے پڑ گئے تھے۔اس نے اسے ناراضی سے گھورتے چہرہ موڑ لیا تو شاہ زیب نے سنجیدگی سے دودھ کا گلاس اس کی جانب بڑھایا تھا جسے چند نخروں کے بعد اس نے تھام لیا تھا۔

"میری ایچ آر ڈپارٹمنٹ کے ساتھ میٹنگ ابھی دس منٹ میں رکھو۔اور ڈیزائنگ ڈپارٹمنٹ کی ڈائریکٹر کو کہو اپنے تمام ڈیزائنرز کو لے کر آئیں۔"پینٹ کی جیب میں ایک ہاتھ ڈالے بولتے وہ اپنے آفس کے سامنے رکا تو خادم نے جو بغور اس کے زخمی ہاتھ کو دیکھ رہا تھا اس کے ابرو اُٹھا کر سوال پوچھنے پہ گہرا سانس لیا۔

Copyright by New Era Magazine

"سر کل کچھ ایسا ہوا تھا جو میرے علم میں نہیں؟" وہ اس کے لئے پریشان تھا جو اس کے لہجے سے واضح تھا۔ شاہ زیب ایک دم سے بے تاثر ہو گیا۔ اور خاموشی سے دروازہ دھکیلتا وہ آفس میں داخل ہوا تھا۔ پیچھے ہی خادم بھی تھا۔ وہ اس سے مذید استفسار کرنا چاہتا تھا۔ کل کے واقعہ کے بعد اس نے نگارش کو ایک ایک خبر سے آگاہ کر کے اس کی ذہنی حالت کے بارے میں بھی آگاہ کیا تھا۔ جس پہ وہ سخت پریشان تھیں۔ اور واپس آنا چاہتی تھیں۔ مگر اس نے شاہ زیب کے لئے کچھ وقت مانگا تھا۔ لیکن اب کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے احساس ہوا تھا کہ یقیناً کل کچھ ہوا تھا۔

عالم شہریار کھڑکی کے سامنے سیاہ سوٹ پہنے کھڑے باہر دیکھ رہے تھے۔ شاہ زیب اندر داخل ہوا تو مسکراہٹ ان کے چہرے پہ رینگ گئی تھی۔ جبکہ شاہ زیب کے ماتھے پہ سیکڑوں بل نمودار ہوئے تھے۔ اور گردن میں ایک گلٹی اُبھری تھی۔ وہ فوراً خادم کی طرف گھوما۔

"ان کو میرے کمرے میں بھیجنے والے دروازے سے لے کر میرے آفس تک سارا عملہ فارغ کر دو۔ مجھے ان میں سے کوئی ایک بھی اس آفس میں نظر آیا تو تم بھی فارغ ہو جانا۔" کہتا وہ دانت پیستا اپنی سربراہی کرسی کی جانب بڑھا تو عالم شہریار مسکرا کر اس کے سامنے والی نشست کی جانب بڑھ گئے تھے۔ شاہ زیب نے غصے سے انہیں دیکھا۔

Copyright by New Era Magazine

"کیا چاہتے ہیں عالم صاحب آپ؟"اس کا لہجہ غصے سے بھرا ہوا تھا۔عالم شہریار مسکرا دئے۔وہ بولے تو لگا جیسے ماضی بالکل بھول چکے ہیں۔"اپنے بیٹے سے ملنے آیا ہوں۔"

"آپ کا کوئی بیٹا اس کمپنی میں کام نہیں کرتا۔شکریہ۔۔۔۔اب آپ جا سکتے ہیں۔"سردی مہری سے دوٹوک کہتے اس نے فائل کھول کر پین ہولڈر سے پین بھی نکال لیا تھا۔وہ ہنس دئے۔"میرے بیٹے کا نام شاہ زیب عالم ہے۔"ان کی بات پہ اس کی برداشت ختم ہو گئی تھی۔خادم نے گہرا سانس لیا۔یہ وہ نام تھا جو اپنے نام کے ساتھ مر کر بھی سُننا نہیں چاہتا تھا۔لیکن آج وہی شخص جو اس نام سے نفرت کی وجہ بنا تھا۔اس کے سامنے بیٹھا بڑے غرور اور مان سے نام لے رہا تھا۔

"میرا نام شاہ زیب سکندر ہے۔۔۔۔"اس نے دانت پیسے تھے۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کچھ کر بیٹھے۔خادم تیزی سے باہر نکل گیا۔

"تم میرے بیٹے ہو۔۔۔۔اس لئے تمہارا نام بھی شاہ زیب عالم شہریار ہے۔"انہوں نے تحمل سے اسے سمجھانا چاہا تھا۔وہ کھلکھلا کر ہنستا ہاتھ سے پین چھوڑ کر نشست پہ پیچھے ہو کر بیٹھتے محظوظ دکھا تھا۔عالم شہریار نے گہرا سانس لیا۔

Copyright by New Era Magazine

"اچھا مذاق ہے عالم صاحب۔۔۔۔"اس پہ ان کی بات کا اثر نہیں ہونے والا تھا۔عالم شہریار اپنی کرسی پہ آگے کو ہو کر بیٹھے۔

"اپنی جڑوں سے کوئی بھی درخت الگ نہیں رہ سکتا بیٹے۔۔۔۔۔کیوں تم اپنے آپ کو اس معمولی سی کمپنی پہ ضائع کر رہے ہو؟جانتے ہو تم کتنی بڑی جائداد کے واحد وارث ہو؟"وہ اسے سمجھانا چاہتے تھے کہ عالم صاحب اور سکندر صاحب میں سے کس کا پلڑا زیادہ بھاری ہے۔مگر شاہ زیب سکندر ان کی بات پہ مسکراہٹ دباتا سر اثبات میں ہلاتا بولا تھا۔

"کوئی بات نہیں وہ بھی بٹ کر جلد ہی کم رہ جائے گی۔۔۔۔سُنا ہے آپ کا کوئی بیٹا نہیں دو بیٹیاں ہیں؟"پوچھتے اس نے ان کی آنکھوں میں تمسخر سے دیکھا تو عالم صاحب کا دل ڈوب کر اُبھرا۔۔۔۔اس کی آنکھوں کی نفرت ان سے ڈھکی نہیں رہ پائی تھی۔وہ ان کے پاس نہیں آئے گا ان کے دل نے کہا تھا۔وہ جو کئی سالوں سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ہر ماہ لندن اس کو چھپ کر دیکھنے جاتے تھے اب جبکہ اس سے سامنا ہوا تھا تو اس کی آنکھوں کی نفرت ان سے برداشت نہیں ہو پا رہی تھی۔

"میرے بیٹے تم ہو۔اور مجھے کس کی ضرورت ہو گی۔"اُنہوں نے افسردگی سے کہا تو شاہ زیب نے سر نفی میں ہلایا تھا۔بار بار مجھے اپنا بیٹا مت کہیں آپ اس لفظ کو کہنے کا

Copyright by New Era Magazine

اختیار کئی سال قبل کھو چکے ہیں۔آپ ماضی بھول گئے ہوں گے عالم صاحب میں نہیں بھولا اور نہ ہی بھول سکتا ہوں۔آپ کی دھتکار اور بے عتنائی نے مجھ سے میری ننھی سی بہن چھین لی تھی۔وہ بہن جس کو پانے کی خوشی میں دو راتیں سو نہیں پایا تھا۔آپ جانتے بھی ہیں وہ کیسے مری تھی؟"اس نے ضبط سے مٹھیاں بھینچتے سر نفی میں ہلایا۔جیسے ان کی کم علمی پہ افسوس ہوا ہو۔"نہیں۔۔۔۔آپ نہیں جانتے وہ کیسے گئی۔"اس کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی جسے اس نے آنکھیں رگڑ کر نکلنے سے روکا تھا وہ اس ظالم شخص کے سامنے رو کر کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا۔عالم شہریار کے پاس الفاظ ختم ہو گئے تھے۔ان کی آنکھیں تیزی سے نم ہونے لگیں۔شاہ زیب نے طنز سے ہنس کر سر جھٹکا۔

"میں نہیں جانتا تھا شاہ کہ ایسا ہو گا۔۔۔۔میں۔۔۔۔میں سمجھا نگار ش تم۔۔۔۔"اپنی ماں کا نام سنتے ہی اس نے پوری قوت سے ہاتھ کانچ کی میز پہ مارا تھا۔درد کی ایک تیز لہر اس کے ہاتھ سے اٹھتی اس کے پورے وجود میں پھیل گئی تھی۔اور خون کی پتلی لکیر پھوٹ کر اس کی ہتھیلی میں جمع ہونے لگی تھی۔اس نے فوراً ہاتھ میز کے نیچے کر لیا۔ساتھ ہی دانت کچکچاتے بولا تھا۔"میری ماں کا نام مت لیں۔۔۔۔"اس کے ڈھاڑنے پہ وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئے تھے۔

Copyright by New Era Magazine

انہوں نے گہرا سانس لے کر کہا۔"میں سمجھا تھا وہ تم لوگوں کو لے کر واپس اپنے ٹھکانے پہ چلی جائے گی۔"شاہ زیب سر نفی میں ہلانے لگا۔"جھوٹ بول رہے ہیں آپ۔۔۔۔آپ اچھے طریقے سے جانتے تھے کہ وہ پیچھے سے ساری کشتیاں جلا کر آپ کے ساتھ نکلی ہیں۔آپ کو معلوم تھا کہ وہ اپنے ماضی سے اور اپنے اس ٹھکانے سے نفرت کرتی ہیں۔۔۔ان کے پاس آپ کے ٹھکرانے کے بعد کوئی رستہ نہیں بچے گا۔آپ سب جانتے تھے۔لیکن آپ نے۔۔۔۔اس نے پھر سے آنکھیں مسلی تھیں۔"آپ نے ان کو پھر بھی اپنی ماں کے خوف اور نئی بیوی کی محبت میں ٹھوکرا دیا۔یہی جائداد تھی جس کے چھن جانے کے ڈر سے آپ نے اس رات میری ماں کو پٹنے دیا۔"

"نفرت ہے مجھے آپ کی وراثت اور آپ کے نام و خاندان سے۔۔۔"اس کے لہجے کی نفرت نے اس کی آواز بدل دی تھی۔عالم شہریار بے بس سے ہو کر کرسی سے پشت ٹکا کر اسے دیکھنے لگے تھے۔ان کی آنکھوں میں دکھ تھا۔افسوس تھا۔"کیا کروں کہ تمہاری یہ نفرت کم ہو جائے؟"ان کے سوال پہ اس نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"میں اس نفرت کے ساتھ خوش ہوں۔آپ مجھے میرے حال پہ چھوڑ دیں۔اور پلیز آپ جائیں یہاں سے مزید میرا دن برباد مت کریں۔"ہاتھ سے ان کو جانے کا اشارہ

Copyright by New Era Magazine

کرتے کہہ کر اس نے پین اٹھالیا تھا۔عالم شہریار اسے دیکھتے رہے۔اور پھر جب اس نے ان کی جانب نہ دیکھا تو وہ گہرا سانس بھرتے اٹھ کر باہر نکل گئے تھے۔وہ باہر گئے تو شاہ زیب نے بے حسی سے ہاتھ سامنے کرتے سرخ پڑتی پٹی کو دیکھا تھا۔اندر داخل ہوتے خادم کی نظر پڑی تو وہ پریشان سا تیزی سے اس کی جانب بڑھا۔

اس کا آج کا سارا دن بہت برا گزرا تھا۔اس نے تمام میٹنگز غیر حاضر دماغی سے اٹینڈ کی تھیں۔اور پھر وہ آفس سے نکل کر گیارہ بجے کے قریب راوی کے کنارے جا کھڑا ہوا تھا۔وہ اب بھی کار کے بونٹ پہ بیٹھا تھا جب اس کے فون کی گھنٹی بجی تھی۔وہ سگریٹ نوشی کر رہا تھا گھنٹی سن کر اس نے دھواں منہ سے نکالتے کوٹ کی اندرونی جیب سے فون نکال کر کال کرنے والے کا نام دیکھا۔سکرین پہ نگارش کا نام چمک رہا تھا۔شاہ زیب نے ہاتھ سے سگریٹ پھینک دی اور پھر گلا کنکھارتے کال اٹینڈ کی۔نگارش چھوٹتے ہی بولی تھیں۔

"کہاں ہو؟"ان کے چھوٹتے ہی پوچھے گئے سوال پہ اس نے بے زاری سے دراز ہوتے سر کے نیچے بائیاں ہاتھ رکھ لیا تھا۔لہجے سے ہی تکان واضح تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"ممی۔۔۔۔میں اس وقت بہت تھکا ہوا ہوں۔ہم کل بات کریں؟"وہ اس وقت ذہنی طور پہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔کچھ بھی کہہ کر وہ اپنی ماں کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔نگارش بھی سمجھ گئی تھیں۔اس لئے نرمی سے بولی تھیں۔"تھک گئے ہو تو آرام کرو میرے بچے۔خود کو اذیت کا شکار مت کرو۔اور کب تک سب اپنے دل میں بند رکھو گے شاہ زیب۔۔۔۔ممی سے کہہ کیوں نہیں دیتے؟"ان کے افسردگی سے کہنے پہ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔اور بولا تھا۔"ممی مجھے آپ کے لئے گلٹ ہے۔۔۔۔اور اس کے لئے جو ابھی پیدا ہوئی تھی۔جس نے ابھی آنکھیں بھی پوری نہیں کھولی تھیں۔میں روز سوچتا ہوں کہ کاش میں بڑا ہوتا۔کاش میں کچھ کر سکتا تو آج وہ زندہ ہوتی۔"اس کے لہجے کا خالی پن اس کی تکلیف کی عکاسی کر رہا تھا۔نگارش کی آنکھیں نم ہونے لگیں تو انہوں نے آنکھیں جھپکی۔

"تم پہلے تو کبھی ایسی باتیں نہیں کرتے تھے میرے بیٹے؟۔۔۔۔آج کیا ہوا ہے۔کہ میرے ہمت والے بیٹے کی ہمت کم پڑ گئی؟"

"آپ ہی تو کہہ رہی تھیں کچھ بتاتا نہیں ہوں۔دل میں رکھتا ہوں۔"اس کی بات پہ نگارش نے گیلی سانس ناک سے اندر کھینچی۔تو وہ آج بھی نہیں بتانے والا تھا کہ آج اس سے اس کا باپ ملنے آیا تھا۔انہوں نے اس سے مذید استفسار نہیں کیا تھا۔اور اسے چند

Copyright by New Era Magazine

باتیں سمجھا کر کال کاٹ دی تھی۔وہ پاکستان جانے کا فیصلہ کر چکی تھیں۔اس کی آواز سے جان گئی تھیں کہ اس کو پاکستان کی ہوا راس نہیں آئی تھی۔

انہوں نے کال کاٹی تو وہ فون پکڑے کود کر نیچے اتارا اور پھر دروازہ کھول کر کار میں بیٹھتے اس نے کار گھر کے رستے پہ ڈال دی تھی۔

جس وقت وہ گھر پہنچا بارہ بجنے والے تھے۔لاؤنج کی تمام بتیاں جل رہی تھیں اور ٹی وی پوری آواز کے ساتھ چل رہا تھا۔شاہ زیب آگے بڑھا تو اس کے قدم لمحے بھر کو ٹھٹکے تھے۔اور بے اختیار ہی اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ رینگ گئی۔وہ صوفے پہ سو رہی تھی۔اس کا بائیاں بازو صوفے سے نیچے لٹک رہا تھا اور دوسرا اس کے پیٹ پہ دھرا تھا اس نے پٹی والا پاؤں سیدھا کر کے صوفے کے بازو پہ رکھا ہوا تھا۔شاہ زیب مسکرا کر دبے پاؤں اسکی جانب بڑھا اور میز پہ سامنے کھانے والی خالی ٹرے کے ساتھ پڑے رموٹ کو اٹھا کر اس نے بٹن سے ٹی وی بند کیا تھا اور پھر یوں ہی رموٹ اس کی جگہ پہ واپس رکھتے وہ دو زانو ہو کر اس کے قریب بیٹھ گیا تھا۔اس نے اس کا لٹکتا ہاتھ اٹھا کر نرمی سے اپنے ہونٹوں سے چھو کر واپس اس کے دوسرے ہاتھ پہ رکھا اور اس کے بالوں کو سہلاتے وہ نرمی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔جبکہ اس کو اپنے قریب محسوس کرتے وہ جو شرارت میں آنکھیں بند کئے سوتی بنی تھی اب اسے آنکھیں کھولنا

Copyright by New Era Magazine

محال لگنے لگا تھا۔اوپر سے شرم سے الگ بُرا حال تھا۔وہ جو صبح سے اس کے لئے بُرا محسوس کر رہی تھی۔اور بار بار اس کی رات والی حالت کو یاد کرتی وقفے وقفے سے روتی رہی تھی۔اب ایک دم سے اس کی حرکت پہ دل ہی دل میں اسے گالیاں دینے لگی تھی۔جبکہ اس کی بند آنکھوں ایک دم سے لرزتا دیکھ کر شاہ زیب کے چہرے پہ مذید گہری مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔اس نے اس کی جانب ذرا سا جھکتے اس کی آنکھوں پہ جھکی بھوری لرزتی پلوں کو انگلیوں کے پوروں سے چھونا چاہا تھا جبکہ اس کی پوروں کے لمس کو محسوس کرتے رمیسا نے جھٹ سے آنکھیں کھول دی تھیں۔اس نے آنکھیں کھولیں تو شاہ زیب کو جھکا دیکھ کر فوراً سے آنکھیں واپس بند کر لی تھیں۔شاہ زیب کو بے اختیار ہی اس پہ پیار آیا۔اس نے نرمی سے اس کے ماتھے پہ بوسہ لیا تھا۔رمیسا کرنٹ کھا کر اُٹھ بیٹھی۔

"یہ آپ کیا کر رہے تھے؟"اس کی آں کھیں حیرت سے پھٹی تھی جبکہ گال شرم سے سرخ پڑنے والے تھے۔شاہ زیب زمین پہ دوزانو بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔جبکہ اس کے مسلسل دیکھتے رہنے پہ رمیسا اب ناراضی سے سرخ پڑتی نظر جھکا گئی تھی۔شاہ زیب نے اس کا نرم ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھوں میں لیا۔رمیسا نے چھوڑانا چاہا تو اس نے نرمی سے گرفت مضبوط کر دی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"میں زبردستی نہیں کر رہا ریا۔۔۔بس آپ میرے لئے اینٹی ڈپریشن جیسی ہیں۔یہ اس کے لئے تھا۔"اس کے لہجے میں محبت کے ساتھ احترام تھا۔وہ اس کی بات پہ چونک گئی تھی۔کیا وہ اس سے اعتراف کر رہا تھا؟اس نے ہونٹ کاٹے۔جبکہ وہ اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھے اور اوپر اپنا گال رکھے کہہ رہا تھا۔

"گو کہ میں چاہتا ہوں کہ ہم ایک ہو جائیں۔ہم اپنے رشتے کا آغاز کریں۔لیکن ایگین میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ آپ دل میں کسی بھی قسم کی بات کو رکھ کر اس بات کے بارے میں سوچیں۔جن تعلوقات میں زبردستی ہوتی ہے۔وہ کبھی نہیں چلتے میں دل سے اس بات کو مانتا ہوں۔۔۔"

"میں آپ کی بات کو سمجھتی ہوں شاہ۔۔۔۔اس نے ہاتھ نرمی سے اس کے ہاتھ سے نکال لیا اور صوفے سے پاؤں نیچے لٹکا لئے تھے اور جھک کر اس کی پیشانی پہ بیچھی لکیروں کو چھو کر محسوس کیا۔ایسے جیسے سہلا رہی ہو۔جبکہ اس کے ہاتھوں کی نرماہٹ شاہ زیب کو اپنی تھکی ہوئی روح پہ پھوار کی طرح محسوس ہوئی تھی۔وہ اسے آنکھوں میں سمیٹتا دیکھتا رہا جبکہ وہ اس کے ماتھے کو سہلاتی نرمی سے کہہ رہی تھی۔

"میں۔۔۔۔۔"وہ لمحے کو رک کر بولی تھی۔"میں آپ کو وہ ساری خوشیاں دینا چاہتی ہوں۔جن کے آپ حقدار ہیں۔لیکن میں فلحال خود کو اس قابل نہیں سمجھتی۔"وہ

Copyright by New Era Magazine

لمحے بھر کو خاموش ہوئی تو شاہ زیب جھٹ بولا تھا۔لہجے میں بے چینی تھی۔"تو آپ اس رشتے کو قائم نہیں رکھنا چاہتیں؟"اس کا سوال اس کی بے چینی کی عکاسی کر رہا تھا۔رمیسا نے اس کے ماتھے سے ہاتھ ہٹا کر اپنی گود میں رکھتے سر جھکا لیا تھا۔

"ایسا نہیں۔۔۔۔میں شائد پہلے اس تعلق کے بارے میں کبھی نہ سوچتی شاہ۔۔۔۔لیکن جب میں مما اور نانا کے بارے میں سوچتی ہوں تو ساتھ ہی خیال خود بخود میرا ذہن اس رشتے کی جانب چلا جاتا ہے۔میں نے کئی بار اس سوچ کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی ہے کہ فلحال میں اس بات کے بارے میں نہ سوچوں۔لیکن شائد حقیقت یہی ہے کہ یہ رشتہ مما اور نانا کی یادوں کا واحد سرمایا ہے۔"دو آنسو ٹوٹ کر اس کے گالوں پہ بہہ گئے تھے۔جو شاہ زیب نے فوراً اپنے انگوٹھے سے نرمی سے چن لئے تھے۔رمیسا نے ہونٹ بھینچے نم پلکیں اُٹھا کر اسے دیکھا تھا۔جس کی آنکھیں خود رونے کی غماز لگتی تھیں۔لیکن وہ اتنا اعلیٰ ظرف تھا کہ خاموشی سے اس کے آنسو چن رہا تھا۔

"میں آپ سے محبت نہیں کرتی فلحال شاہ زیب۔۔۔۔اور اس کا تعلق میرے ماضی سے نہیں ہے۔"اس نے فوراً کہا تو شاہ زیب نے سر اثبات میں ہلایا تھا جیسے کہہ رہا ہو

Copyright by New Era Magazine

میں سمجھتا ہوں۔ہاں وہ یوں بھی تو اسے سمجھتا تھا۔اس کے بارے میں سب جانتا تھا۔تو دل کی بات بھی سمجھتا ہی تھا۔

"میں اس شخص کے بارے میں جب جب سوچتی ہوں۔اس کی کہی باتیں کسی تیر کی طرح میری روح میں چبھنے لگتے ہیں۔میں اس خاندان کے بارے میں مثبت سوچ بھی نہیں سکتی۔تو محبت کا رہنا تو ممکن ہی نہیں تھا۔"وہ صفائی دے رہی تھی۔"لیکن پھر بھی شاہ مجھے ڈر لگتا ہے۔مجھ میں پھر سے ٹوٹنے کی ہمت نہیں ہے۔"وہ پھپھک کر رو دی تھی۔شاہ زیب فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے برابر بیٹھا اور اس کے گرد بازوؤں کا ہالہ بنالیا تھا۔اس نے اپنے بازوؤں کے وسیع گھیرے میں اس کو سمیٹ لیا تھا۔

"میں تم سے کوئی شکائت نہیں کر رہا میرے دل۔۔۔۔"وہ انجانے میں پھر سے لحاظ کی دیوار پھلانگ گیا تھا۔

"میں بس چاہتا ہوں کہ ہم موو آن کر لیں۔آخر کب تک ہم دونو ایک ہی دائرے میں گھومتے رہیں گے۔"رمیسا نے اس کے کندھے سے لگے گال رگڑے۔شاہ زیب نے گہرا سانس لیتے اس کے بالوں پہ بوسہ لیا۔ہمیشہ کی طرح اسٹرابری کی کی بھینی بھینی سی خوشبو اس کے نتھنو سے ٹکرائی تو شاہ زیب نے غیر محسوس انداز میں اس کے گرد گھیرے کا دائرہ نرمی سے سخت کر دیا۔

Copyright by New Era Magazine

فجر کی اذان پہ اس کی آنکھ کھلی تو بے اختیار ہی اس کی نظر اپنے کندھے پہ سر رکھے سوئے وجود پہ گئی تھی۔ جس کے گالوں پہ آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان ابھی بھی موجود تھے۔ وہ دونوں ہی جانے کس وقت باتوں کے دوران ہی بیٹھے بیٹھے سو گئے تھے۔ کہ اب جب دور سے آتی اذان کی آواز پہ عادت کے مطابق شاہ زیب کی آنکھ کھلی تھی۔ اس کے کندھے میں درد تھا اور ساتھ ہی گردن میں بھی درد محسوس ہو رہا تھا۔ لیکن وہ ہلانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ رمیسا کو فلحال جگانا نہیں چاہتا تھا۔

رمیسا نے آنکھیں کھولیں تو بے اختیار ہی اس نے پلکیں اُٹھا کر شاہ زیب کو دیکھا تھا۔ جس کی آنکھیں جھکی اسی کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ فوراً سیدھی ہو بیٹھی۔

اس نے اپنے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے خجلت مٹانے کی کوشش کی تو شاہ زیب کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ رینگ گئی۔ وہ الگ ہوئی تھی تو اس کے تھکے بازو بیچارے بھی ہلنے جھلنے لگے تھے۔ شاہ زیب کو اُٹھتے اُٹھتے شرارت سوجھی تھی۔

"ریا آپ نے کبھی اپنا وزن نوٹ کیا ہے؟" پاؤں میں اپنے جوتے اڑستے اسنے سوال کیا تو وہ جو اُٹھ کر نماز پڑھنے کا ہی سوچ رہی تھی اس کے سوال پہ حیران سی سر نفی میں ہلا گئی تھی۔ شاہ زیب نے مصنوعی افسوس سے سر نفی میں ہلایا۔ اور کہتا وہ گیا تھا۔ "آج

Copyright by New Era Magazine

ضرور نوٹ کیجئے گا۔۔۔۔۔آپ خود بھی حیران رہ جائیں گیں۔"کہتا وہ تیزی سے سڑھیاں چڑھ گیا تھا۔جبکہ رمیسا سوچتی رہ گئی تھی۔کہ وہ حیران کیوں ہو گی؟

ان دونو نے ایک ساتھ لاؤنج میں نماز پڑھی تھی۔شاہ زیب آفس سے آکر رات میں اپنے کمرے میں نہیں گیا تھا اس لئے اسے لباس بدلنے میں تھوڑا وقت لگا تھا۔جب تک وہ نہیں آیا رمیسا جائے نماز پہ بیٹھی اس کی منتظر رہی تھی۔پھر جب وہ آیا تو دونو نے ایک ساتھ نماز کی نیت باندھی تھی۔نماز کے بعد معمول کی طرح وہ جوگنگ پہ نہیں گیا تھا بلکہ دونو نے لان میں بیٹھ کر کچھ وقت ساتھ گزارا تھا۔رمیسا نے اس سے اس کے بچپن اور تعلیم کے مطالق سوال پوچھے۔اور جب اسے پتا چلا کہ وہ پوسٹ گریجوئٹ ہے تو اس کو ہچکی لگ گئی تھی۔جبکہ اس کی ہچکی پہ شاہ زیب پانی لینے اندر بھاگا تھا۔کیونکہ آج جمعہ تھا تو شاہ زیب آفس بھی نہیں گیا تھا۔اور خاص طور پہ رمیسا کے لئے ناشتہ اس نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا جس میں چھری کا زیادہ تر کام رمیسا نے کیا تھا۔ناشتے کے بعد دونو کچھ وقت باتیں کرتے رہے تھے پھر رمیسا پڑھنے لگی اور وہ اس کے قریب ہی صوفے پہ بیٹھ کر کچھ ای میلز چیک کر رہا تھا۔جب پڑھتے پڑھتے رمیسا کو ایک دم سے کچھ خیال آیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"شاہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ سمیسٹر کے ختم ہوتے ہی ہم گھومنے لندن جائیں گے۔اور ہم آنٹی سے بھی ملیں گے۔"وہ اس کی کہی بات یاد دلانا چاہتی تھی۔شاہ زیب نے مصروف سے انداز میں سر ہلایا تو وہ مطمئن سی ہو کر واپس پڑھنے لگی تھی۔لیکن پانچ منٹ بعد ہی اسے پھر سے یاد آیا تھا۔

"شاہ اگر یہاں جون میں گرمی ہو گی تو کیا وہاں بھی گرمی ہو گی؟"اس کے سوال پہ شاہ زیب نے بے اختیار ہی مسکراہٹ دباتے اسے دیکھا تھا۔جو معصومیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔اس نے نرمی سے سر اثبات میں ہلا دیا۔رمیسا نے گہرا سانس لے کر فون کی سکرین سامنے کر لی جہاں سے وہ نوٹس پڑھ رہی تھی۔شاہ زیب جب دیکھا کہ اب وہ مذید سوال نہیں پوچھے گی تو وہ واپس کام میں لگ گیا تھا۔

"ویسے آپ لندن میں اتنا عرصہ رہے۔آپ کے دوست بھی ہوں گے نا؟تو آپ کو وہ سب یاد نہیں آتے؟"اس نے پانچ منٹ بعد ہی پھر سے پوچھا تو شاہ زیب نے گہرا سانس لیا تھا۔"ریا میرے دل آپ پہلے پڑھ لو۔۔۔۔ہم یہ ساری باتیں بعد میں کریں گے۔"

"پڑھ ہی رہی ہوں۔۔۔آپ غصہ کیوں کر رہے ہیں۔"ناراضی سے اس نے کہنے کے ساتھ ہی ہاتھ میں پکڑا فون سامنے کیا تو شاہ زیب نے سر ہلا کر چہرہ واپس لیپ ٹوپ

Copyright by New Era Magazine

کی جانب موڑ لیا تھا۔جب اسے اس کی گھورتی نظر کی تپش محسوس ہوئی تو۔وہ اب کی بار کچھ جھنجھلایا۔

"اب کیا ہے رمیسا؟"وہ پڑھنے نہیں اسے زچ کرنے بیٹھی تھی شائد رمیسا نے سر جھٹکا۔

"آپ کو اب کیوں غصہ آرہا ہے۔اب تو میں بول بھی نہیں؟"وہ منمنائی تھی۔شاہ زیب نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔اور پھر فون اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"اگر کسی بات کی سمجھ نہ آئے تو سوال پوچھتے ہیں۔ٹھیک ہے؟"اس نے سمجھانے والے انداز میں کہتے اس کی گود میں رکھا جسٹر اُٹھا کر پین بھی لے لیا تو رمیسا مسکرا کر پاؤں صوفے پہ سمیٹتی سر زور و شور سے ہلانے لگی تھی۔اسے سچ میں کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"شاہ۔۔۔کیا کر رہے ہیں؟"نماز پڑھ کر لاؤنج میں آئی تو اسے لاؤنج میں نہ پا کر کچن کی جانب بڑھ گئی تھی شاہ زیب نے مڑ کر اسے دیکھا تو رمیسا بے اختیار ہی منہ پہ ہاتھ رکھے ہنس دی تھی۔اس کے منہ پہ آٹا لگا تھا۔اور ہاتھ آستینوں سمیت آٹے سے اٹے تھے۔شاہ زیب اس کے ہنسنے پہ مسکرایا۔

Copyright by New Era Magazine

"ہنس کیوں رہی ہیں؟" سوال معصومیت سے پوچھا گیا تھا۔ رمیسا نے فوراً مسکراہٹ دباتے سر نفی میں ہلایا اور پھر خود اس کے قریب ہی کود کر شیلف پہ چڑھ کر بیٹھ گئی تھی۔ وہ اس وقت سیاہ رنگ کے دوپٹے کو نماز کی صورت باندھے ہوئے تھے۔ شاہ زیب بھی دوپہر سے کرتے پجامے میں ہی تھا جو اس نے نماز کے لئے خاص طور پر پہنا تھا۔

"آپ کو کوکنگ کرنا پسند ہے؟" اس کو خوب محنت سے کھانا پکاتے دیکھ کر وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی تو شاہ زیب نے ہنڈیا میں چمچ ہلاتے سر اثبات میں ہلکایا۔ اور پھر جھک کر چولہے کی آنچ ہلکی کرتے بتانے لگا تھا۔

"لندن میں میرا کوئی ملازم نہیں تھا۔ ممی کے پاس ملازم ہوتے ہیں۔ میں وہاں اکیلا رہنا ہی پسند کرتا تھا۔ اس لئے کھانا بنانے سے لے کر کپڑوں کی دھلائی اور اپارٹمنٹ کی صفائی تک کا سارا کام میں خود کرتا تھا۔ وہ بتاتے مسکرایا تو رمیسا کو نہ چاہتے ہوئے بھی تابش کا خیال آیا تھا۔ کہ وہ تو کچن سے پانی کا گلاس تک لینا اپنی توہین سمجھتا تھا۔ اور اگر کبھی فاخرہ اسے کوئی کام کہہ دیتیں تو فوراً ماتھ جھٹک کر کہتا "اچھا۔۔۔ تو اب میں یہ کروں۔۔۔ امی یہ کام عورتوں کے ہیں انہی کو کرنے چاہیں۔" اس کی نااہلی رمیسا کو سخت ناگوار گزرا کرتی تھی۔ وہ جانے کیوں پر گریجوئٹ ہونے کے بعد کبھی نوکری

Copyright by New Era Magazine

کے لئے بھی نہیں گیا تھا۔بس ہر وقت بزنس کرنے کا طریقے سوچتا رہتا۔یہ سوچے بغیر کہ انویسٹمنٹ کہاں سے لائے گا۔اور کبھی جو رمیسا اس کو کچھ کہہ دیتی تو وہ فوراً سے ناراض ہو جاتا اسے جتاتا کہ وہ اب بھی بھوکی نہیں سوتی تو شادی کے بعد بھی وہ اسے بھوکی نہیں رکھے گا۔جبکہ اس کی بحث و تکرار پہ رمیسا ہار مان کر آخر خاموش ہو جایا کرتی تھی۔اس نے گہرا سانس لیتے سر جھٹکا تو شاہ زیب نے گلا کھنکھارا کر اسے متوجہ کیا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہیں؟"خود کو مصروف سا ظاہر کرتا اس نے عام سے لہجے میں پوچھا تھا۔مگر کن اکھیوں سے وہ مکمل طور پہ اسی کی طرف متوجہ تھا۔یہ تو ناممکن تھا کہ جب وہ پاس ہو اور وہ کسی اور جانب متوجہ ہو جائے۔رمیسا سر نفی میں ہلاتی واپس اتری اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔اس نے بیٹھنے کے ساتھ سر پہ بندھا دوپٹا ڈھیلا کر دیا تھا۔وہ پشت موڑے شیلف سے پشت ٹکائے بغور رمیسا کو دیکھ رہا تھا۔رمیسا نے گہرا سانس لیا۔

"ہم کہیں باہر چلیں؟"اس کا موڈ ایک دم سے خراب ہو گیا تھا۔

"اور کھانا؟"رمیسا فوراً واپس کرسی سے اٹھی۔

"وہ ہم آ کے کھا لیں؟یوں بھی شام کی چائے کے بعد خاص بھوک نہیں۔سچائی یہ تھی کہ ایک دم سے اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔اور وہ باہر نکلنا چاہتی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

وہ چند لمحے اس کو دیکھتا رہا تھا۔ رمیسا بھی اس کے جواب کی منتظر رہی تھی۔ پھر جب اس نے سر اثبات میں ہلاتے ایپرن اتارا تو وہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔

وہ دونو کار پہ گھر سے نکلے تھے۔ موسم کے تاثرات بدلے ہوئے تھے۔ شاہ زیب نے کار ڈراءو کرتے سیاہ پڑتے آسمان کو دیکھا اور پھر گہرا سانس لے کر رمیسا کو مخاطب کیا تھا جو گہری سوچ میں کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

"لگتا ہے بارش ہو گی۔" اس کی بات پہ رمیسا نے کوئی ردِ عمل نہیں دیا۔ تو شاہ زیب چند پل کی خاموشی کے بعد بولا تھا۔

"آپ کا گھر کے حوالے سے کیا فیصلہ ہے رمیسا؟" اب کی بار وہ چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔ اس نے بغور شاہ زیب کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ کر پوچھا۔

"کیوں؟۔۔۔۔ کچھ ہوا ہے کیا؟" اس کے سوال پہ وہ بہم سا مسکرایا تھا۔

"نہیں میرے دل۔۔۔۔ کیا ہو گا بھلا۔ میں تو بس ایک عام سا سوال پوچھ رہا ہوں۔ اس نے بے پرائی سے شانے اچکائے تو رمیسا نے تعجب سے اسے دیکھا تھا۔ پھر گہرا سانس بھرا۔ "میں آپ کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی شاہ۔۔۔۔ لیکن جب سے جاننا شروع کیا ہے۔ میں اب یہ بات یقین سے کہہ سکتی ہوں۔ کہ آپ کبھی بھی بلا مقصد کچھ نہیں کہتے۔ اس کی بات پہ وہ محظوظ دکھا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"تو پھر بتائیں کہ کیا سوچا ہے؟" رمیسا نے سر جھٹکا۔اس کی چہرے پہ سردی مہری تھی۔

"مجھے اس گھر میں دلچسپی نہیں۔۔۔۔لیکن میں ان کو ایسے نہیں دوں گی۔جب تک کہ وہ لوگ معافی نہیں مانگیں گے۔اس کے لہجے سے غصہ نمایا تھا۔شاہ زیب نے سر اثبات میں ہلایا۔"جیسے آپ کو ٹھیک لگے۔"وہ صرف یہی کہہ سکا تھا۔اور یوں بھی وہ اور کچھ کہنے کا اختیار رکھتا بھی کب تھا۔رمیسا نے اس کے سوالات پہ زیادہ گہرائی میں جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔بس کار کا شیشہ نیچے کر کے اس نے سر سیٹ سے ٹکا لیا تھا۔تیز ہوا کے تھپیڑے اس کے چہرے پہ پڑ رہے تھے۔اور وہ آنکھیں موندے خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ان دونو کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی ہوئی تھی۔شاہ زیب نے کار راوی کے قریب روکی رمیسا نے جھٹ سے آنکھیں کھول کر راوی پہ پھیلتی رات کو دیکھا تھا۔جبکہ شاہ زیب بھی سیٹ سے پشت ٹکائے سامنے پھیلتی رات کو دیکھتا مخاطب ہوا تھا۔

"مجھے یہ جگہ بہت اچھی لگتی ہے۔مجھے رات میں راوی کا اندھیر سا منظر اس گہرے تاریک سرخ جیسا لگتا ہے جس کے پار کچھ ہے جو مجھے کھینچتا ہے مگر میں جا نہیں سکتا۔مجھ پہ بے بسی ولاچاری حاوی ہو جاتی ہے۔اور ایک بے چینی سی محسوس ہوتی ہے۔جو کسی پل قرار نہیں لینے دیتی۔آپ کے خیال میں یہ کیا ہے؟"اس نے پوچھتے

Copyright by New Era Magazine

ہوئے گردن ترچھی کی تو رمیسا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی گہرا سانس لے کر واپس سامنے دیکھنے لگی پر وہ اس سے نظر نہیں ہٹا پایا تھا۔ وہ اس کے اندھیرے میں ڈوبے سائے کو دیکھنا اور محسوس کرنا چاہتا تھا۔ بالکل اسی سرخ کی طرح جو اس کو اپنی جانب کھینچتا کے۔ جو اس کو بے چینی و بے قراری میں مبتلا کرتا ہے۔

"آپ کو کبھی محبت ہوئی ہے۔؟" اس کا سوال ایک دم سے آیا تھا۔ شاہ زیب کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ رینگ گئی۔ وہ اندھیرے میں قریب بیٹھے ہالے کو دیکھتا بولا تھا۔ "یہ سوال آپ غلط وقت پہ پوچھ رہی ہیں رمیسا۔۔۔ اس نے لہجے کو غیر محسوس انداز میں غیر سنجیدہ رکھتے کہا تو رمیسا نے تعجب سے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا تھا۔

"تو آپ کو محبت ہوئی تھی؟" وہ محظوظ لگتی تھی۔ شاہ زیب سیدھا ہو بیٹھا۔ اور شیشہ نیچے کرتے اس نے سگریٹ کو شعلہ دکھا کر لب میں رکھ لی تھی۔ البتہ چہرہ اور سگریٹ والا ہاتھ کھڑکی سے باہر رکھا۔

"محبت تو سب کو ہوتی ہے۔۔۔۔" اس کی بات رمیسا نے جھٹ اچک لی تھی۔ "تو یعنی ہوئی تھی۔" شاہ زیب نے سر نفی میں ہلایا۔ "ہوئی نہیں تھی۔۔۔ مجھے آج بھی ہے۔ اس کو چھونے اور محسوس کرنے کا احساس پل پل میرے اندر پلتا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ وہ میرے قریب ہو اتنی کہ اس کی آنکھوں کا سارا سحر میں اپنی آنکھوں

Copyright by New Era Magazine

میں اتارلوں۔"اس کی بات پہ رمیسا نے گلا کنکھارا تھا۔اس کے لہجے پہ اسے عجیب سا احساس ہوا تھا۔"تو آپ واپس کیوں آئے؟۔۔۔۔اسی کے پاس کیوں نہیں رہے؟"اس کی بات پہ وہ کھلکھلا کر ہنسا تھا۔اور منہ سے دھواں نکال کر اسے دیکھا۔جو اس کے ہنسنے پہ خفیف سی ہو گئی تھی۔"مجھے لگا ہی تھا کہ آپ نہیں سمجھیں گیں۔"وہ محظوظ ہوتا ہاتھ سے سگریٹ باہر پھینکتا کار کی روشنی جلا گیا تھا۔ایک دم سے پیلی بتی جلی تو اس کو کا پورا وجود اسے سونا محسوس ہوا تھا۔چمکتا آنکھوں کو خیرہ کرتا۔جبکہ وہ اپنی بھوری آنکھوں میں ناراضی لئے اسے دیکھ رہی تھی۔"آپ کی بات پہ میں برا مان سکتی ہوں۔"اسے شکائت تھی۔شاہ زیب نے مسکراہٹ دباتے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں ناراض مت ہوں۔یہ سب تو محض مذاق تھا۔

ساتھ ہی سر اثبات میں ہلاتے اس نے مذید کہا۔"سچ ہے۔۔۔۔کہ مجھے ہے ایک لڑکی سے محبت اور کافی عرصے سے ہے"۔اس نے رمیسا کی آنکھوں میں دیکھتے کہا تھا۔۔۔رمیسا بغور اس کی بات سنتی اس کی آنکھوں کے رنگ کو پہچان نہیں پائی تھی۔

"لیکن میں نے اس سے کبھی اظہار نہیں کیا۔"

"کیوں وہ بے چین سی ہوئی۔"شاہ زیب مسکرایا۔"کیوں کہ وہ مجھے انکار کر دیتی۔رمیسا نے سر اثبات میں ہلایا۔"ہمارے نکاح کی وجہ سے؟"وہ جیسے سمجھ گئی تھی کہ وہ کیوں

Copyright by New Era Magazine

انکار کرے گی۔شاہ زیب نے گہرا سانس لے کر سر نفی میں ہلایا۔"نہیں۔۔۔۔اس کے پاس اور بھی بہت ساری وجوہات ہیں مجھے انکار کرنے کی۔"

"آپ پوچھتے تو شائد نہ کرتی۔آپ نے پوچھا کیوں نہیں؟"اسے ایک دم سے گلٹ ہوا تھا۔وہ اس کے ساتھ ایک ان چاہے رشتے میں تھا۔اور ایسا صرف اس کے نانا اور اس کی ماں کی محبت میں وہ کر رہا تھا۔شاہ زیب نے ہاتھ بڑھا کر روشنی بجھائی اور پھر کار کی چابی گھما کر انجن چلا دیا۔"میں منتظر ہوں کہ پہل وہ کرے۔اگر وہ مجھے معمولی سا بھی اشارہ کرے گی۔میں اسے اس کی دنیا سے کھینچ لاؤں گا۔بس شرط یہ ہے کہ وہ اپنی افیکشن کا ذرا سا اظہار کرے۔"اس کے لہجے میں مسکراہٹ کی امیزیش تھی۔رمیسا نے گہرا سانس لے کر سر نشست سے ٹکا لیا۔"محبت میں ٹوٹنا کتنا تکلیف دے ہوتا ہے نا؟"اس کے لہجے کے زخمی پن پہ شاہ زیب سکندر کی گردن میں ایک گلٹی ابھر کر ڈوب گئ تھی۔اس نے کن اکھیوں سے اس مورتی کو دیکھا۔"اگر کبھی زندگی میں تابش آپ سے آکر معافی مانگے۔اور اپنے کہے پہ پچھتائے تو؟"رمیسا کی آنکھوں میں ایک رنگ تھا جو ڈوب کر غائب ہوا تھا۔اس نے سر جھٹک کر کہا تھا۔"ہر محبت میں بھلائی شامل نہیں ہوتی شاہ۔۔۔وہ انسان بے رحم ہے اور جو بے رحم ہو اس سے محبت ہو بھی جائے تو خود کو اس کا شکار نہیں بنانا چاہیئے۔یقیناً اگر مما ہوتیں تو وہ کبھی بھی تابش سے رشتے پہ

Copyright by New Era Magazine

راضی نہ ہوتیں۔شائد یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ابا سے ذکر کئے بغیر آپ کا اور میرا نکاح پڑھوادیا تھا۔"

"تو آپ آنٹی کے فیصلے پہ مطمئن ہیں؟"اس کی اس قدر سمجھداری نے اسے حیران اور متاثر کیا تھا۔اسے یقین تھا وہ اب اسے چھوڑ کر نہیں جائے گی۔اس کی بات پہ رمیسا گہری سوچ میں پڑ گئی تھی۔"پتہ نہیں میں مطمئن ہوں یا نہیں۔۔۔۔لیکن میں اس رشتے کی وجہ سے آپ کے اور آپ کی محبت کے درمیان بھی نہیں آنا چاہتی۔آپ اگر چاہیں تو اس رشتے کو ختم کردیں۔مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"کچھ دیر قبل جو وہ مطمین ہوا تھا اس کی بات پہ پھر سے بے چین ہو گیا تھا۔اس نے چاہا کہ منہ کھولے اور کہے کہ نہیں وہ اس رشتے کو کبھی ختم نہیں کرے گا۔کیونکہ نگارش کے بعد وہ اس کا واحد رشتہ ہے۔لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔پہلے رمیسا کا اس ذہنی خلفشار سے نکلنا ضروری تھا۔جو اسے شاہ زیب کے بارے میں سوچنے سے روک رہا تھا۔وہ اسے میسر ہو گیا تھا۔وہ اس کے سارے کاموں میں اس کے ساتھ شامل ہوتا تھا۔

روز ناشتے کی میز پہ توس پہ مکھن لگا کر وہی اس کی پلیٹ میں رکھتا تھا۔فجر کے وقت روز وہی اسے اٹھاتا تھا۔اور ڈنر کے بعد روز اس کے ساتھ چہل قدمی کے لئے بھی وہ ضرور ساتھ جاتا تھا۔وہ ظاہر نہیں کرتا تھا مگر رمیسا کے چھوٹے چھوٹے کام کرتا وہ غیر محسوس

Copyright by New Era Magazine

انداز میں اسے اپنا عادی کرتا جا رہا تھا۔ وہ یونیورسٹی پک اور ڈراپ کرنے جاتا تو رستے میں اس سے گفتگو کرتا رہتا مسلسل اسے اپنی آواز سے اپنی موجودگی کا احساس دلاتا رہتا تھا۔ اور وہ جانتا تھا۔ کہ وہ ایک دن جب اپنے ٹرانس سے نکلے گی تو اسے شاہ زیب سکندر واحد شخص نظر آئے گا جو اس کے سامنے اپنے بازو کھولے کھڑا ہو گا۔

رمیسا کو سکندر ہاؤس آئے ایک ماہ ہو چکا تھا۔ جون آ گیا تھا۔ اور امتحانات کی ڈیٹ شیٹ بھی فائنل ہو چکی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ اپنی پڑھائی میں اتنی مصروف ہو گئی تھی کہ کم کم ہی کمرے سے نکلتی تھی۔ البتہ جب شاہ زیب کھانے کی میز پہ ہوتا تو وہ وقت دیکھ کر خود ہی دس بیس منٹ کے لئے کھانے کی میز پہ کر بیٹھ جاتی۔ کیونکہ وہ بھی اپنا نیا برینڈ لانچ کرنے والا تھا تو آج کل وہ بھی کافی مصروف تھا اس سے وہ بھی کھانے کی میز پہ مختصر وقت کے لئے ہی آتا تھا۔ لیکن آتا ضرور تھا کیونکہ یہ واحد طریقہ جب وہ رمیسا کو دیکھ یا اس سے مل سکتا تھا۔

آج جب وہ گھر آیا تو رمیسا لاؤنج میں صوفے پہ پاؤں چڑھائے بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ اس نے لاؤنج کا دروازہ دھکیل کر کھولا تو اس کی مخصوص آہٹ پہ رمیسا کامران نے گردن

Copyright by New Era Magazine

موڑ کر آواز کی سمت دیکھا تھا۔اسے متوجہ پا کر شاہ زیب ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا اس کی جانب بڑھا تو رمیسا نے صوفے سے پاؤں نیچے ہٹا لئے۔

"آج آپ جلدی نہیں آ گئے؟"پوچھتے ہوئے اس نے گود سے کتابیں ہٹا کر میز پہ رکھ دیں تو شاہ زیب نے گہرا سانس لیتے سر اثبات میں ہلاتے سر صوفے کی پشت سے ٹکاتے اسے دیکھا تھا۔

"مجھے پھر سے واپس جانا پڑے گا۔"اس کے لہجے سے تکان واضح تھی۔رمیسا نے بے اختیار ہی ہاتھ لمبا کر کے اس کی پیشانی چھو کر جیسے حرارت دیکھنی چاہی تھی۔جبکہ اس کی نرم اور ٹھنڈی سی ہتھیلی کو ماتھے پہ محسوس کرتے شاہ زیب کی تھکی روح سیراب ہو گئی تھی۔رمیسا نے سر نفی میں ہلایا۔"بخار تو نہیں ہے۔۔۔لیکن ایسے لگ رہا ہے جیسے بیمار ہیں۔"کہتے اس نے ہاتھ واپس کھینچ لینا چاہا تھا جب اس نے نرمی سے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتے آنکھیں موند لی تھیں۔اور ساتھ ہی کہا تھا۔"کچھ دیر ایسے ہی رہو۔۔۔میں کچھ دیر میں واپس چلا جاؤں گا۔آفس میں دل نہیں لگ رہا تھا۔اس لئے واپس آ گیا تھا۔"اس کی بے چینی پہ رمیسا نے کچھ نہیں کہا تھا بس سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔وہ جب کچھ نہ بولی تو شاہ زیب نے اس کی آنکھوں کی تپش محسوس کرتے آنکھیں کھولی تھیں۔ساتھ ہی ابرو اٹھائے۔رمیسا نے بھوری آنکھیں اس کے چہرے سے ہٹا

Copyright by New Era Magazine

دیں۔اور نظر سامنے لگے ٹی وی کی سیاہ سکرین پہ جمادی تھیں۔جہاں دونو کا سایہ نمایاں تھا۔

"آپ ڈنر کر کے جائیں گے؟"وہ دیکھ سکتا تھا وہ کچھ اور پوچھنا چاہتی ہے۔شاہ زیب نے سر نفی میں ہلاتے کہا تھا۔"نہیں۔۔۔۔۔مشکل ہے۔"رمیسا نے اثبات میں ہلاتے گہرا سانس لیا تو شاہ زیب نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ہٹا لیا تھا۔رمیسا نے ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

"اگر کوئی بات ہے جو آپ کو تنگ کر رہی ہے تو کہہ دیں۔"اس کی بات پہ رمیسا افسردگی سے مسکرا دی تھی۔"آپ کو مجھے کبھی بھی کچھ بتانا کیوں نہیں پڑتا؟آپ کو سب جیسے پہلے سے پتا ہوتا۔"وہ اس کے کہنے پہ مسکرایا تھا۔جیسے اپنے آپ پہ مان سا ہوا ہو۔

"میں۔۔۔۔"جھجک کر لمحے کو رکی اور شاہ زیب کی سوالیوں نظروں سے نظر چورائی تھی۔"کیا میں شہزاد ہاؤس جا سکتی ہوں؟"اس کے سوال پہ شاہ زیب چونک گیا تھا۔"کس لئے؟"وہ حیران دکھتا تھا۔رمیسا نے ہونٹ کاٹے۔

"مجھے وہاں سے کچھ چیزیں لینی ہیں۔"شاہ زیب چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔پھر بولا تو لہجہ مضبوط تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"آپ جانے سے ڈر رہی ہیں؟"اس کے سوال پہ رمیسا نے اسے دیکھا تھا۔شاہ زیب سیدھا ہو بیٹھا۔اور نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں کے درمیان رکھ لیا۔

"میرے ہوتے ہوئے آپ کو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا میری جان۔۔۔۔بغیر ڈرے جائیں۔میں آپ کے ساتھ ہوں۔"اس کے گال پہ کبھی جہاں نشان تھا وہاں اس نے نرمی سے ہاتھ رکھا تو رمیسا نے ہونٹ بھینچ کر سر اثبات میں ہلا دیا۔تو شاہ زیب چند پل اسے آنکھوں میں نرمی سمیٹے دیکھتا رہا تھا۔پھر جب رمیسا نے اسے ایک تسلسل سے دیکھتے پایا تو وہ مسکرا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ساتھ ہی اس نے ہتھیلی رمیسا کے سامنے کھولتے اسے اٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔وہ کھڑی ہوئی تو شاہ زیب نے نرمی سے اس کے کندھوں پہ دائیں بائیں بازوؤں پہ ہاتھ رکھتے کندھے سہلائے تھے۔رمیسا اس شخص کے انداز پہ اسے دیکھتی رہی تھی۔اس کا دل کتنا بڑا تھا کہ وہ کسی اور سے محبت کے باوجود رمیسا کا خیال اسی نرمی سے رکھتا تھا جس کے قابل رمیسا تھی۔رمیسا نے اداسی سے اس کے چہرے سے ہٹائی تو شاہ زیب نے اس کو قریب کرتے نرمی سے اس کے ماتھے کا بوسہ لے ڈالا تھا۔رمیسا نے فوراً پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔آنسو تیزی سے آنکھوں میں جمع ہونے لگے تو شاہ زیب فوراً دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

ان سب نے ناشتہ آفس کی کینٹین سے کیا تھا۔پورے ہفتے کی بے چینی رمیسا کے محض چھو لینے سے جیسے غائب ہو گئی تھی۔وہ واپس آیا تو کافی پر سکون تھا۔اور اس کی سختیوں پہ جو عملہ ناراض تھا اس کے ایک دم سے دھیمے لہجے پہ سب حیران تھے۔ایمان آج وزٹ کے لئے آئی تو شاہ زیب کو سائٹ پہ نہ پا کر وہ آفس آ گئی تھی۔

وہ آفس میں ورچئل میٹنگ میں مصروف تھا جب خادم نے اسے ایمان کی آمد سے آگاہ کیا تھا۔اس نے اسے آفس میں بٹھانے کا کہا تھا۔

وہ سیاہ لمبی قمیض کے ساتھ ٹخنوں سے اونچے سیاہ ہی تنگ پجامے میں، پاؤں میں ہائی ہیلز پہنے اور سیاہ بالوں کو پشت پہ کھلا چھوڑے صوفے پہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے اچھی دکھ رہی تھی۔

وہ نظروں میں محبت لئے کمرے میں موجود شاہ زیب کی ایک ایک چیز کو بڑی اپنائیت سے دیکھ رہی تھی جس وقت وہ اندر داخل ہوا تھا۔اس کے کان کے ساتھ بلیوٹوتھ لگا تھا اور وہ ابھی بھی میٹنگ سے فارغ ہونے کے باوجود مصروف لگتا تھا۔ایمان کو دیکھ کر وہ مسکرایا تھا۔ایمان بھی مسکرائی تو وہ بڑھ کر سربراہی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"وہ جہاں جانا چاہیں انہیں لے جانا۔۔۔۔ان کے قریب رہنا۔اور یاد سے مجھے لوکیشن بھیجتے رہنا۔۔۔۔"

Copyright by New Era Magazine

"ہوں۔۔۔۔ٹھیک ہے۔"اپنی کہہ کر دوسری طرف سے سُنتے اس نے کال کاٹی اور پھر ایمان کی جانب متوجہ ہوا۔

"میں معافی چاہتا ہوں آپ کو انتظار کرنا پڑا۔"مسکرا کر کہتے اس نے وائرلس اُٹھاتے اس سے پوچھا تھا۔"چائے یا کافی؟؟"ایمان نے فوراً سر نفی میں ہلایا۔"میں نے سُنا ہے آپ کے ہاں کینٹین کا لانچ بہت اچھا ہوتا ہے۔میں تو آج وہ کھانے آئی ہوں۔"اس نے کہا تو شاہ زیب نے مسکرا کر ابرو کھجایا۔

"کیوں نہ ہم سائٹ پہ چلیں۔وہیں پہ لانچ بھی ہو جائے گا"کیونکہ ان کی شوٹ ایک ہوٹل میں ہو رہی تھی تو اس کو وقت ضائع کرنے کی بجائے یہی ٹھیک لگا تھا۔ایمان نے شانے اچکا دئے۔جیسے کہا کہ جہاں بھی لے جاؤ۔شاہ زیب نے اُٹھ کر اپنے نیلے کوٹ کا بٹن بند کرتے میز سے فون اور کار کی چابی اُٹھائی تھی۔کہ تبھی اس کے فون پہ میسج وائبریٹ ہوا تھا۔

"خادم شاہ زیب نہیں آئے؟"خادم کو یونیورسٹی کے گیٹ پہ دیکھ کر اس نے پوچھا تو خادم نے معذرت خوانہ انداز میں سر نفی میں ہلاتے کہا تھا۔"سوری میم۔۔۔۔سر کو کچھ اہم میٹنگز کی وجہ سے دیر ہو جاتی۔اس لئے انہوں نے مجھے آپ کو پک کرنے کا کہا تھا۔رمیسا نے سر اثبات میں ہلایا تو تحریم مسکرائی ساتھ ہی بیٹھنے سے قبل رمیسا کے کان

Copyright by New Era Magazine

میں سرگوشی کی تھی۔"سچ بتاؤ۔۔ان کے نہ آنے پہ مایوسی ہوئی ہے نا؟"اس کے لہجے میں شرارت تھی۔رمیسا نے نظرانداز کرتے سر جھٹکااور پھر اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے وہ خود بھی بیٹھ گئی تھی۔

ان دونو کا پہلے لانچ کرنے اور پھر گھر جا کر پڑھنے کا ارادہ تھا۔پھر جب شاہ زیب آئے گا وہ اس کے ساتھ شہزاد ہاؤس چلی جائے گی۔اس نے لمحوں میں سوچ لیا تھا۔وہ شاہ زیب کو میسج کر کے اس سے پوچھنا چاہتی کہ وہ آج رات میں گھر آئے گا یا نہیں لیکن پھر اس نے یہ سوچ کر نہیں کیا کہ وہ مصروف ہو گا۔اور یوں بھی اس کی کل رات والی حرکت پہ وہ ابھی تک شرم محسوس کر رہی تھی۔اور شائد یہی وجہ تھی کہ وہ بھی اسے اوائڈ کر رہا تھا۔اس نے یہی سوچا تھا۔ان کی کار ریستوران کے سامنے رکی تھی۔جب خادم نے کار ان کے بتائے ریستوران کے سامنے روکی اور انہیں مخاطب کیا تھا۔"میم۔۔۔اسی ہوٹل میں نئے برینڈ کی شوٹ چل رہی ہے۔"

"شاہ زیب بھی یہی ہیں؟"وہ فوراً پوچھ گئی تھی۔ایک دم سے ہی وہ نروس محسوس کرنے لگی تھی۔خادم نے سر نفی میں ہلایا۔

"وہ آفس میں شائد ان کی چیئرومن سے میٹنگ چل رہی ہے۔دوسرا کوئی لندن سے کوئی ڈیلیگیشن بھی آنے والا ہے۔ان سے بھی کنٹریکٹ کے حوالے سے کچھ چیزیں

Copyright by New Era Magazine

فائنلائز کرنی ضروری تھیں۔اس نے بتایا تو وہ گہرا سانس لے کر سر ہلا کر کار سے نکل گئی۔وہ پیلے رنگ کاٹن کی لمبی قمیض کے ساتھ ہم رنگ کھلے پجامے کے ساتھ گلے میں دوپٹا ڈالے اور بالوں کی اونچی پونی بنائے نروس لگ رہی تھی۔خادم کے پیچھے ہی وہ دونو ہوٹل میں داخل ہوئی تھیں۔مگر خادم کو جانے کا کہہ کر وہ دونو خود لابی میں لانچ کے لئے بیٹھ گئی تھیں۔گو کہ خادم نے اسے ماڈلز سے ملنے اور آفس کے لوگوں سے ملنے کا کہا تھا لیکن رمیسا فلحال کسی سے بھی ملنا نہیں چاہتی تھی۔اور کیا معلوم کے شاہ زیب نے اس اچانک شادی کا کسی سے ذکر بھی کیا تھا یا نہیں۔اس نے بیٹھتے ذہن سے ساری سوچیں جھٹکی تھیں۔تحریم نے اس کے چہرے پہ آتے جاتے رنگوں کو دیکھ کر چٹکی بجائی تھی۔

"محترمہ آج آپ بہت اُلجھی اور کھوئی کھوئی سی ہیں خیر ہے؟"اس کے سوال پہ رمیسا نے سر نفی میں ہلاتے مینیو کھول لیا تو تحریم نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔رمیسا فلحال تحریم سے کچھ نہیں کہنا چاہتی تھی۔دونو نے کھانے کا آڈر دیا تو اس سے قبل کہ تحریم مذید سوال جواب پوچھ کر اس کا سر کھاتی وہ ریسٹ روم کا کہہ کر اُٹھ آئی تھی۔اور ریسٹ روم میں آتے ہی اس نے نل کھولتے بیسن پہ ہاتھ رکھتے اپنے عکس کو دیکھا تھا۔اپنی آنکھوں میں جھانکا تھا۔آنکھوں میں کچھ ایسا تھا کہ رمیسا کا مران کے دل نے

Copyright by New Era Magazine

ایک بیٹ مس کی تھی۔آنکھوں کے سامنے کل رات کا منظر پھر سے گھوما تو اس نے فوراً سر جھٹک کر جھک کر چہرے پہ پانی کے چھینٹے ڈالنے شروع کر دئے تھے"۔رومی اپنا دماغ گٹر سے نکال لو پلیز۔۔۔شاہ زیب کو پتا چلے گا تو کیا سوچیں گے۔"اپنے آپ کو جھڑک کر اس نے ٹشو پیپر سے چہرہ تھپتھپایا اور پھر ایک آخری بار شیشے میں اپنا عکس دیکھتے وہ باہر نکل آئی تھی۔

اس نے لابی میں سے گزرتے سامنے بیٹھی تحریم کو دیکھتے قدم اس کی جانب بڑھائے تھے جب کچن سے ٹرے میں جوس کے بھرے گلاس لاتا ویٹر سیدھا رمیسا سے ٹکرایا تھا۔اور پاس سے گزرتا سوٹڈ بوٹڈ شخص اس ٹکر کے نتیجے کا شکار بن گیا تھا۔جوس اس کے قیمتی سوٹ پہ نشان چھوڑتا چلا گیا تھا۔اس آفت پہ جہاں رمیسا کا منہ کھل گیا تھا وہیں ویٹر بیچارا ہڑبڑا گیا تھا۔کہ اس کو سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی۔وہ معافی مانگے یا پھر اس کا سوٹ صاف کرے جبکہ سامنے کھڑا شخص پورا تپا ہوا تھا۔

"اندھے ہو نظر نہیں آتا؟"وہ شخص غصے میں پھٹ پڑا تھا۔اس کے دھاڑنے پہ رمیسا نے افسوس سے اسے دیکھا تھا۔جبکہ ویٹر بیچارا سر جھکائے بار بار معافی مانگ رہا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"سر میں معافی چاہتا ہوں۔ پلیز آپ مجھے اپنا کوٹ دیں میں ابھی آپ کو صاف کر دیتا ہوں۔" وہ سر جھکائے منمنایا تھا۔ جبکہ اس کی بات پہ سامنے کھڑا شخص مزید تپ گیا تھا۔ اس نے فوراً اسے کالر سے پکڑ لیا تھا۔

"تم گھٹیا انسان جانتے بھی ہو اس سوٹ کی قیمت کتنی ہے۔ جس پہ تم نے جوس انڈیلا ہے۔؟ تمہاری پوری زندگی کی تنخواہ بھی لگ جائے تب بھی تم یہ سوٹ نہیں خرید سکتے۔" اس کی بات پہ ویٹر بیچارا شرم سے پانی پانی ہو گیا تھا۔ رمیسا کے ماتھے پہ سیکڑوں بلوں کا اضافہ ہوا۔

"کتنی قیمت ہے اس سوٹ کی؟ کیا کسی بھی انسان کی عزت اور انا سے زیادہ قیمتی ہے؟" رمیسا کی آواز بلند تھی۔ لابی میں بیٹھے افراد اس تماشے کو دیکھتے سبھی کے کھانے کی جانب بڑھتے ہاتھ تھم گئے تھے۔ تحریم جو کہ حیران سی سارا منظر دیکھ رہی تھی رمیسا کو الجھتا دیکھ کر فوراً اپنی جگہ چھوڑ کر اس کی طرف بھاگی تھی۔ جبکہ رمیسا کی بات پہ وہ شخص اس کی طرف گھوما تھا۔ اس کی بات پہ اس کے ماتھے پہ مذید بل پڑ گئے تھے۔ ہوٹل کا منیجر بھی آ گیا تھا۔ جو تیزی سے اپنے ویٹر کی جانب بڑھا تھا۔

"مس آپ بھی اس حادثے کا شکار ہوئی ہیں۔ اس لئے۔۔۔۔ اس نے اشارہ اس کے لباس پہ پڑے چند جوس قطروں کی طرف کیا تھا۔ رمیسا طنز سے ہنس دی۔ "تو آپ کے

Copyright by New Era Magazine

خیال میں مجھے بار بار معافی مانگنے والے شخص کو پھر بھی ذلیل کرنا چاہیئے جبکہ مجھے غصہ کسی اور بات پہ ہے؟"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" رمیسا کی بات پہ تو اس کے سر پہ لگی اور تلوں پہ بجھی تھی ۔تحریم نے تیزی سے اسے کھینچ کر دور کیا۔اور ساتھ ہی معافی مانگی۔"معاف کیجئے گا۔۔۔میری دوست تھوڑی پاگل ہے۔اس کی طرف سے میں معافی چاہتی ہوں۔آپ پلیز جائیں۔تحریم نے رمیسا کو آنکھیں دکھاتے کہا رمیسا نے فوراً ہاتھ تحریم سے چھوڑاتے سر نفی میں ہلایا۔

"میں کیوں مانگنے لگی کسی سے معافی۔"تحریم کے پاگل کہنے پہ رمیسا کو غصہ آگیا تھا۔شاہ زیب جو کہ ایمان کے ساتھ لابی میں داخل ہوا تھا۔رمیسا کو کسی شخص کے ساتھ الجھتا دیکھ کر اس کے ماتھے پہ سیکڑوں پہ بلوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔وہ تیزی سے اس جانب بڑھا تو ایمان بھی ساتھ ہی چل دی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"اس کی گھمبیر سنجیدہ آواز سنتے ہی تحریم نے اس کا بازو چھوڑا تو رمیسا تیزی سے اس کی جانب بڑھی تھی۔ساتھ ہی سامنے کھڑے سوٹڈ بوٹڈ شخص کو گھورا۔

"یہ میرے ساتھ بد تمیزی کر رہے ہیں۔"اس نے شکائت کی تو شاہ زیب نے گھور کر عطاء کو دیکھا تھا۔جو شاہ زیب کو دیکھ کر رمیسا کے اس کے بازو پکڑنے پہ دونو کو دیکھنے لگا

Copyright by New Era Magazine

تھا۔شاہ زیب نے فوراً قدم اس کی جانب بڑھائے تو بیچارا عطا ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔شاہ زیب کو غصے میں دیکھنے کا اتفاق عجیب تھا۔اور اس سے کوئی بعید نہیں تھا کہ وہ اسے تھپڑ مار دیتا۔اس نے فوراً ہاتھ ہوا میں اٹھائے۔

"لالہ قسم سے مجھے نہیں پتا تھا یہ تمہاری کچھ لگتا ہے۔"اس نے بیچارگی سے کہا تو اس کے بے تکلفی سے کہنے پہ رمیسا چونک گئی تھی۔شاہ زیب نے اسے کالر سے پکڑ کر جھٹکا دیا۔اور اس کے کان میں تقریباً دھاڑا تھا۔"میری بیوی ہے۔جس سے کبھی میں نے اونچی آواز میں بات نہیں کی تم اس سے بدتمیزی کر رہے تھے۔؟"اس کے لہجے پہ عطاء ڈر گیا تھا۔رمیسا نے بڑھ کر اس کا بازو پکڑا۔

"آئی ایم سوری شاہ زیب۔۔۔سو۔۔۔سوری بھابھی۔"رمیسا سے اس نے جھٹ معافی مانگی تو شاہ زیب نے جھٹکا دے کر اس کالر چھوڑ دیا تھا۔رمیسا اس کا ہاتھ پکڑے فاصلہ بڑھا گئی۔عطاء تیزی سے ان کے پیچھے لپکا۔

"مجھ سے حال احوال نہیں پوچھو گے؟"وہ لمحے میں موڈ بدل کر چلا آیا تھا۔اس کو پیچھے آتا دیکھ کر شاہ زیب ایڑھیوں پہ اس کی جانب گھوما تھا۔

"عطاء میں اس وقت تم سے بحث کے موڈ میں نہیں ہوں جاؤ یہاں سے۔"اس نے وارننگ دی تھی۔عطاء نے مسکرا کر بالوں پہ ہاتھ پھیرا۔

Copyright by New Era Magazine

پیچھے آتی ایمان نے بغور ان سب کو دیکھا تھا۔اس کی تورہ رہ کر نظر رمیسا اور شاہ زیب کے ہاتھوں پہ جارہی تھی۔شاہ زیب نے ایمان کو مخاطب کیا تو رمیسا نے غیر محسوس انداز میں اس کے ہاتھ پہ گرفت مضبوط کر دی تھی۔

"مس ایمان آپ ہمیں جوائن کریں پلیز۔"اس نے صاف عطاء کو غائب ہونے کا کہا تھا۔ایمان نے فوراً سر نفی میں ہلایا۔مگر رمیسا فوراً بول پڑی تھی۔"پلیز آپ ہمیں جوائن کریں مجھے خوشی ہو گی۔"اس کی بات پہ وہ مسکرائی تھی۔"اگر مسز شاہ زیب کی خوشی اسی میں ہے تو کیوں نہیں۔"کہتے اس نے قدم بڑھائے تو رمیسا اور شاہ زیب کے ساتھ تحریم نے بھی قدم بڑھا دئے تھے۔عطاء چند پل وہاں کھڑا رہا اور پھر مسکرا کر سر جھٹکتا سڑھیوں کی جانب بڑھ گیا جہاں اس کے دوست اس کے منتظر تھے۔

رمیسا اور تحریم کا کھانا آچکا تھا شاہ زیب اور ایمان کا کھانا بھی آیا تو سب نے کھانا شروع کیا تھا۔شاہ زیب رمیسا کے ساتھ والی نشست پہ بیٹھا تھا اور ایمان دیکھ سکتی تھی شاہ زیب سکندر کی پورا مرکز صرف رمیسا کے گرد گھوم رہا تھا۔وہ اسے وقفے وقفے سے کچھ نا کچھ دے رہا تھا۔وہ بات کرتی تو ٹیشو پیپر اسے تھما دیتا۔اس کا پانی کا گلاس بھر دیتا۔وہ جب بھی کوئی بات کرتی وہ ہاتھ روک کر چہرہ پورا موڑ کر اس کی بات سنتا۔اگر جو وہ

Copyright by New Era Magazine

مسکراتی تو شاہ زیب کے ہونٹ غیر محسوس انداز میں مسکراہٹ میں ڈھل جاتے۔اس کے ماتھے پہ بل پڑتے تو شاہ زیب سنجیدہ ہو جاتا۔غرض یہ کہ رمیسا کے چہرے کا ایک ایک نقش شاہ زیب کے چہرے پہ عکس چھوڑتا تھا اور ایمان یقین سے کہہ سکتی تھی کہ وہ اس بات سے لاعلم ہے، کوئی بھی دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ اسے اپنی بیوی سے کتنی محبت ہے۔

"آپ لوگوں کی شوٹ کیسی جا رہی ہے؟" کھانے سے فارغ ہوتے اس نے شاہ زیب کے تھمائے ٹیشو سے ہونٹ تھپتھپاتے پوچھا تو ایمان محض۔ مسکرائی تھی مگر شاہ زیب نے اسے ایک ایک ڈیٹیل سے آگاہ کیا تھا۔اور پھر وہ اسے لے کر سیٹ کی جانب آیا تھا۔ وہاں موجود موڈلز اور دفتر کے امپلائز سبھی رمیسا سے مل کر خوش ہوئے تھے اور ان کو یقین نہیں آ رہا تھا۔کہ شاہ زیب کی شادی ہو چکی ہے۔جس پہ کافی لوگوں پہ مایوسی ہو رہی تھی۔سب کی زبان مختلف تھی رمیسا خاموشی سے مسکرا کر کچھ دیر سنتی رہی اور جب شاہ زیب نے اس سے پوچھا کہ وہ رکے گی یا جائے گی تو اسنے سب سے جانے کی اجازت لی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

خادم کے ساتھ وہ باہر آئی تو شاہ زیب اس کے ساتھ تھا تحریم کار میں بیٹھی تو شاہ زیب نے بڑھ کر اس کو بازو سے پکڑ کر روکا۔خادم نے باس کو رمیسا کو مخاطب کرتے دیکھا تو وہ بھی بیٹھ گیا تھا۔

رمیسا نے اس کے روکنے پہ سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں رمیسا؟"اس کا سوال ایک دم سے آیا تھا۔رمیسا چند لمحے اسے دیکھتی رہی تھی۔پھر گہرا سانس لیا۔

"آپ آج رات گھر آئیں گے؟"اس کے سوال پہ شاہ زیب نے کچھ سوچ کر سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"رمیسا آپ کو جو پریشانی ہے مجھے بتا دیں۔میں ایسے تلوار پہ لٹکا رہوں گا۔"

"آپ آئیں گے تبھی بات کریں گے شاہ۔اور اب ہم کل شہزادہاؤس جائیں گے۔"اسنے کہہ کر دروازہ کھولا اور بیٹھ گئی تھی۔شاہ زیب نے ہونٹ بھینچ لئے۔

اور پھر جب تک کار آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گئی وہ کھڑا رہا تھا۔رمیسا نے اسے مڑ کر کھڑے دیکھا تھا۔

اور پھر یہی ہوا تھا وہ سچ میں کام پہ فوکس نہیں کر پایا تھا۔اس کا ذہن مسلسل رمیسا کی جانب الجھا رہا تھا۔شوٹ سے ہو کر وہ سیدھا گھر چلا گیا۔مغرب کی اذان میں ابھی ایک

Copyright by New Era Magazine

گھنٹہ تھا جس وقت اس کی کار نے گیٹ پہ ہارن دیا تھا۔رمیسا شاور لینے باتھ روم میں گھسی ہوئی تھی۔باہر نکلی تو شاہ زیب کو صوفے پہ بیٹھا دیکھ کر وہ ایک دم سے ٹھٹک گئی تھی۔شاہ زیب نے سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔سرخ رنگ کھلے کرتے پجامے میں گلے میں ہم رنگ دوپٹا ڈالے کھڑی تھی۔وہ بال باتھ روم سے ہی خشک کر کے نکلی تھی۔

سرخ رنگ کھلتا اس کے گالوں پہ غلابیاں چھوڑ رہا تھا۔شاہ زیب نے نظر اس کے چہرے سے ہٹالی۔رمیسا تیزی سے اس کی جانب بڑھی۔"آپ آج اتنی جلدی کیوں آ گئے؟"وہ پریشان تھی۔اس نے کل کی طرح بڑھ کر اس کا ماتھا چھو لینا چاہا مگر پھر شاہ زیب کی پچھلی حرکت سوچ کر اس نے فوراً ہاتھ واپس کھینچ لینا چاہا تھا۔شاہ زیب نے فوراً ہاتھ پکڑ کر ماتھے پہ رکھ لیا۔

"بخار ہے؟"اس کی ٹھنڈی ہتھیلی کا خوبصورت احساس جیسے اس کی روح میں اتر گیا تھا۔رمیسا نے ہونٹ بھینچتے نظر جھکاتے سر نفی میں ہلایا۔تو اس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"آپ کی بات پہ میں پریشان تھا اس لئے گھر جلدی آ گیا۔آپ مجھے ٹھیک نہیں لگ رہیں رمیا۔"صوفے پہ آگے کو ہو کر بیٹھتے اس نے رمیسا کی آنکھوں میں جھانکنے کی

Copyright by New Era Magazine

کوشش کی تھی۔رمیسا یوں ہی نظر جھکائے صوفے پہ بیٹھ گئ۔وہ کرتے کے پرنٹ پہ بے چین سی انگلی پھیر رہی تھی۔

"آپ سے ایک سوال پوچھوں؟"وہ اس سے نظر چورا رہی تھی۔شاہ زیب نے سر اثبات میں ہلایا۔

"آپ اس لڑکی سے ملنے کب جائیں گے؟"اس کا سوال شاہ زیب کے سر سے گزرا تھا۔وہ حیران سا پیچھے ہو بیٹھا۔

"کون سی لڑکی میرے دل؟"اسے یاد نہیں تھا وہ کس کا پوچھ رہی ہے۔رمیسا نے ابرو کھجایا تو شاہ زیب نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔اس کی ٹھنڈی ہتھیلی ں نرم سی تھی۔

"وہ۔۔وہی جو۔۔۔۔جس سے آپ محبت کرتے ہیں۔"شاہ زیب نے سمجھ کر ہنستے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"آپ میرے لئے پریشان ہیں رمیسا؟"وہ محظوظ لگتا تھا۔رمیسا نے اس کے ہنسنے پہ نم ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔شاہ زیب محظوظ سا اسے دیکھتا رہا۔اس کی بھوری نم آنکھوں سے نکلتے شاہ زیب کے دل میں اتر رہے تھے۔"میں کافی دن سے صرف ایک بات سوچ رہی ہوں۔۔۔۔۔کہ۔۔۔۔۔"

"کہ۔۔۔۔۔؟"

Copyright by New Era Magazine

"کہ۔۔۔۔۔ہمیں الگ ہو جانا چاہیئے۔"اس کی بات تھی یا زہر لگا تیر جو شاہ زیب سکندر کے اندر اتر گیا تھا۔وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔اس کے ماتھے پہ بل تھے۔رمیسا نے اس کو دیکھا تو ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

"میں آئندہ کبھی بھی یہ بات آپ کے منہ سے نہیں سننا چاہتا رمیسا۔۔۔۔مجھے نہیں پتا آپ کس لڑکی کی بات کر رہی ہیں۔لیکن میں بس اتنا جانتا ہوں۔کہ میں آپ کے علاوہ کسی لڑکی کے بارے میں نہیں سوچتا اس لئے۔پلیز اپنے ذہن کو ان فضول باتوں سے خالی کر کے پڑھائی کی طرف دھیان دیں۔پہلے ہی آپ کا پڑھنے کو دل نہیں کرتا۔"سرد مہری سے کہتا وہ باہر نکلا تھا۔جب رمیسا آنکھوں میں نمی لئے تیزی سے اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

"شاہ میں آپ کو اپنی وجہ سے کسی بھی قسم کے ان چاہے رشتے میں باندھنا نہیں چاہتی۔"اس کی بات پہ وہ رکا تھا۔اور گھوم کر رمیسا کو دیکھا۔جو آنکھوں میں نمی لئے اسے دیکھ رہی تھی۔شاہ زیب نے سر نفی میں ہلایا۔

"میں سب اپنی مرضی سے کرتا ہوں ریا۔ویسے ہی جیسے آپ اپنی مرضی سے کرتی ہیں۔"کہتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا سڑھیاں اتر گیا تھا۔رمیسا کی آنکھوں سے آنسو نکل کر اس کے گالوں پہ بہہ گیا تھا۔شاہ زیب نے تیزی سے کچن کی جانب بڑھتے فریج کھول

Copyright by New Era Magazine

کر پانی کی بوتل نکال کر منہ سے لگالی تھی۔لاؤنج میں ہاتھ میں فون پکڑے کھڑی مریم تیزی سے اس کے پیچھے کچن میں آئی تھی۔

"سر۔۔۔چیئرمن ائرپورٹ پہ آپ کی منتظر ہیں۔"اس کی بات پہ شاہ زیب نے چونک کر منہ سے پانی کی بوتل الگ کی تھی۔مریم پرجوش لگتی تھی۔

"ممی پاکستان کب آئیں۔؟"وہ پریشان ہوا تھا۔مریم مسکرادی۔

"سر ابھی کال آئی ہے۔کہہ رہی تھیں کھانا بنانا شروع کروں۔"بتا کر وہ تیزی سے فریج کھول کر سامان نکالنے لگی تھی۔اس نے گہرا سانس لے کر بوتل میز پہ رکھی اور پھر باہر نکلنے سے قبل مریم کو مخاطب کیا تھا۔

"مریم رمیسا کو بتادو۔اور پلیز اس کی چیزیں میرے روم میں شفٹ کردو۔میں نہیں چاہتا ممی آتے ہی لیکچر دینا شروع کردیں۔"بے زاری سے کہتے وہ باہر کی جانب بڑھ گیا تو مریم نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلادیا۔

نگارش ائرپورٹ کی لابی میں اس کی منتظر تھیں۔ساتھ ہی ان کا سیکٹری تھا۔شاہ زیب اندر داخل ہوا تو نگارش نرمی سے مسکرادی تھیں۔وہ نیلے فارمل سوٹ میں کندھوں سے اوپر تک آتے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑسے صوفے پہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے

Copyright by New Era Magazine

بیٹھی تھیں۔گھٹنے پہ دونوہاتھ دھرے تھے جن پہ ہم رنگ ایک سی ہیرے کی انگوٹھیاں چمک رہی تھیں۔شاہ زیب قریب آیاتووہ پرس کلائی پہ ڈالتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔"امتیاز سامان لے آؤ۔"امتیاز نے سر کے اشارے سے شاہ زیب کو سلام کیا تھا۔شاہ زیب نظر انداز کرتاں کی جانب بڑھا۔

"آپ تو کہہ رہی تھیں۔آپ پیرس کے لئے جارہی ہیں۔"وہ ناراض دکھتا تھا۔نگارش نے سر نفی میں ہلایا۔"میں تمہیں بتاتی تو تم منع کر دیتے۔۔۔۔خیر مجھے فلحال گھر جاکر آرام کرنا ہے۔باقی باتیں بعد میں۔"کہتے وہ اس کو نظر انداز کرتیں باہر کی جانب بڑھیں تووہ گہرا سانس لیتا ان کے پیچھے بڑھ گیا تھا۔

رمیسا بے چین سی لاؤنج میں چکر لگاتی نگارش کی منتظر کئی بار اپنے آپ کو شیشے میں دیکھ چکی تھی۔اس نے احتیاطاً ہلکا سا میک اپ کر کے آنکھوں کے نیچے بنے ہلکے بھی چھپا لیئے تھے۔کہ نگارش اسے دیکھ کر مایوس نہ ہوں۔کیونکہ خود تووہ نگارش کو میڈیا میں کئی بار دیکھ کر کافی متاثر ہوئی تھی۔وہ اسے عام عورت نہیں لگی تھیں۔

"میم آپ نروس مت ہوں۔چئرومن بہت اچھی ہیں۔"مریم نے کچن سے باہر جھانکتے کہا تو رمیسا نے بیچارگی سے اسے دیکھا تھا۔"مریم میں کیا کروں مجھے بس

Copyright by New Era Magazine

گھبراہٹ ہو رہی ہے۔"اس کے لہجے میں خوف تھا۔مریم ہنس کر واپس اندر غائب ہو گئی تھی۔رمیسا نے فوراً ذہن کو خالی کرنے کے لئے ٹی وی چلا لیا تھا۔

ٹی وی جب اس کا دھیان بٹانے میں ناکام رہا تو اس نے تحریم کو کال کرنے کا سوچا تھا۔جو اس سے آنے کا کہہ کر پھر رستے میں ہی اتر گئی تھی۔جانے اسے موڈ سونگز کا مسلہ تھا۔رمیسا نے سامنے کی میز سے فون اُٹھا کر اسے کال کرنے کے لئے نمبر ملایا ہی تھا۔جب گیٹ پہ شاہ زیب کی کار کا ہارن سن کر وہ جھٹکے سے اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔کچن میں مصروف مریم بھاگ کر باہر نکلی تو رمیسا کے چہرے اُڑے رنگ کو دیکھ کر محظوظ ہوئے بنا نہیں پائی تھی۔رمیسا نے ہراساں ہو کر جلدی سے پاؤں میں چپل اڑسے اور بھاگ کر سڑھیاں چڑھی تھی۔مریم کو زوروں کی ہنسی آئی مگر وہ ہونٹ دباتی تیزی سے باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

کار گیراج میں آکر رکی تو شاہ زیب نے سیٹ بیلٹ ہٹاتے نکل کر نگارش کے لئے پچھلی نشست کا دروازہ کھولا تھا۔وہ مسکراتیں باہر نکل آئیں۔شاہ زیب نے ان کو دیکھتے دھیمی آواز میں سنجیدگی سے کہا تھا۔"میں جانتا ہوں۔آپ اس سے ملنے کے لئے پرجوش ہیں۔مگر پلیز ماں اس سے زیادہ کی اُمید مت کیجئے گا۔"وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں

Copyright by New Era Magazine

ان کو کافی کچھ سمجھا گیا تھا۔ نگارش کے چہرے پہ مسکراہٹ مذید گہری ہوئی۔اُنہوں نے مسکراتے اس کا گال تھپکا اور پھر کار سے نکل کر کھڑے امتیاز سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"امتیاز تم اب جا کر اپنی بیوی سے مل لو۔اور میں نے جو تحفہ اس کے لئے لیا ہے۔یاد سے اسے دے دینا۔" کہتی وہ مڑیں تو شاہ زیب بھی تیزی سے ان کے پیچھے تھا۔مریم کو راہداری کے باہر دیکھ کر نگارش نے محبت سے اس کو گلے لگایا تو مریم نے ان کو ویلکم ہوم کہا تھا۔اُنہوں نے سوالیہ نظروں سے شاہ زیب کو دیکھا تھا جو ریسا کو وہاں نہ پا کر مریم کو دیکھ رہا تھا۔

مریم نے مسکراہٹ دبائی۔"میم۔۔۔۔بیچاری نروس ہیں۔"اس کے لہجے میں ہلکی شرارت تھی۔نگارش کھلکھلا کر ہنسی تو شاہ زیب نے چونک کر اپنی ماں کو دیکھا تھا۔جبکہ نگارش کے ہنسنے پہ مریم نے بھی حیرت سے حیران کھڑے شاہ زیب کو دیکھا۔

"میں جا کر دیکھتی ہوں۔"وہ کہتیں ان دونو کو وہیں چھوڑ کر اندر کی جانب بڑھیں تو وہ دونو بھی تیزی سے پیچے آئے تھے۔

Copyright by New Era Magazine

رمیسا بے چینی سے اپنے یوں بے وقوفوں کی طرح اندر بھاگ آنے پہ شرمندہ سی ہاتھوں کی انگلیاں مسلتی دائیں بائیں چکر لگا رہی تھی۔جب دروازے پہ نرمی سے دستک ہوئی تھی۔رمیسا نے گہرا سانس لیتے قدم دروازے کی جانب بڑھائے۔یقیناً مریم اسے لینے آئی ہو گی۔اس نے سوچ کر دروازہ کھولا تھا۔مگر سامنے بارعب سی نگارش کو دیکھ کر اس کی ہچکی بندھ گئی تھی۔نگارش نے مسکرا کر قدم اس کے کمرے میں رکھے تو رمیسا دو قدم پیچھے ہو گئی۔

"میں آپ سے ملنے کے لئے بے چین تھی میرے بچے۔"کہتے اُنہوں نے اپنے دونو بازو کھول دئے تھے۔اور رمیسا کامران بغیر سوچے تیزی سے بڑھ کر ان کے بازؤں میں سما گئی۔اس کی آنکھوں سے کئی آنسو ٹوٹ کر نگارش کے کندھے میں جزب ہوئے تھے۔اور نگارش کے بھی کئی آنسو ٹوٹ کر رمیسا کے بالوں میں جزب ہو گئے تھے۔

"میں نروس تھی۔"ان کے گلے لگے اس نے بے اختیار کہا تو نگارش ہنس دی تھیں۔"ساتھ ہی وہ دھیمی آواز میں بولیں"میں بھی"رمیسا فوراً الگ ہوتی گال رگڑ گئی۔

"سوری۔۔۔۔میری وجہ سے۔۔۔۔اس کا اشارہ ان کے آنسوؤں کی طرف تھا۔اُنہوں نے انگلی کے کنارے سے آنسو صاف کرتے سر نفی میں ہلایا تھا۔"یہ آپ کی وجہ سے

Copyright by New Era Magazine

نہیں، یہ اس خوشی کا اظہار ہے جو مجھے آپ کو دیکھ کر محسوس ہوا ہے۔۔۔۔آپ تو بالکل سدرہ جیسی ہیں۔" کہتے ساتھ ہی اُنہوں نے اس کی تھوڑی کو نرمی سے چھو لیا تھا۔رمیسا نم آنکھوں سے مسکرادی۔

"آپ کو بھوک لگی ہو گی۔آئیں ہم باہر چلتے ہیں۔" ان کے ہاتھ کو پکڑتے اس نے یاد آنے پہ ایک دم سے کہا تو مڑتے مڑتے نگارش نے کمرے پہ ایک طائرانہ نظر ڈالی تھی۔رمیسا کے ساتھ سڑھیوں سے اترتے اُنہوں نے اس سے پوچھا تھا۔

"آپ کا کمرہ شاہ زیب سے الگ ہے؟" ان کے سوال پہ رمیسا کا دل چاہا اپنا ماتھا پیٹ لے۔اس نے فوراً سر نفی میں ہلایا تھا۔نگارش نے چلتے سمجھ کر سر ہلا دیا۔شاہ زیب کچن میں مریم کی مدد کروا رہا تھا۔جب رمیسا اور نگارش کی باتوں کی آواز پہ باہر نکلا تھا۔اس نے رمیسا کو نظر انداز کرتے نگارش کو مخاطب کیا تو رمیسا کچھ دیر قبل کے واقعہ کو یاد کرتی اداسی سے ہونٹ بھینچ گئی تھی۔جبکہ اس کو کن اکھیوں سے دیکھتے اس نے نگارش سے پوچھا تھا۔"ممی کھانے میں تھوڑا سا وقت لگے گا۔تب تک میں چائے لا رہا ہوں۔" کہتا وہ مڑا تو رمیسا فوراً آگے بڑھی۔"میں بھی آپ کی ہیلپ کرواتی ہوں۔" اس نے جانا چاہا مگر نگارش نے فوراً اسے روک لیا۔اور بولیں۔"میں آپ سے باتیں کرنا چاہتی

Copyright by New Era Magazine

ہوں۔رمیسا آپ بیٹھ جاؤ۔شاہ زیب اور مریم کر لیں گے۔"کہتے ہوئے وہ اس کو لئے صوفے کی جانب بڑھیں تو رمیسا نے نظر جھکا کر سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"شاہ زیب سے آپ کو کبھی بھی کسی بھی قسم کی شکائت ہو۔آپ مجھ سے کہہ سکتی ہیں۔"بیٹھتے اُنہوں نے بغور کہا تو ان کے ساتھ بیٹھتی وہ چہرہ جھکا گئی تھی۔

"ان سے کسی کو بھی شکائت نہیں ہو سکتی آنٹی۔میں نے شاہ زیب سے زیادہ اچھے اخلاق کا مرد اپنے ارد گرد نہیں دیکھا۔"اس کے لہجے میں اُداسی تھی۔نگارش نے گہرا سانس لیتے سر اثبات میں ہلایا۔"صرف اس بات کو سُننے کے لئے آپ نہیں جانتیں اس نے کتنا suffer کیا ہے۔اور اس کے ساتھ ساتھ ہم سب نے۔"ان کے لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ رمیسا چونک سی گئی تھی۔اس نے تعجب سے انہیں دیکھا تو وہ سر جھٹک گئیں۔

"رمیسا میں آپ سے ایک بات پوچھوں؟"اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں کے درمیان نرمی سے رکھتے اور سہلاتے اُنہوں نے پوچھا تو رمیسا نے بغور ان کے چہرے کو دیکھتے سر اثبات میں ہلایا تھا۔اُنہوں نے گہرا سانس لیتے پوچھنا چاہا مگر شاہ زیب کو آتا دیکھ کر اُنہوں نے بات بدلی تھی۔

"آپ کی تعلیم کیسی جا رہی ہے"غیر محسوس انداز میں موضوع بدل دئے گئے سوال پہ رمیسا نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔"اچھی۔۔۔"مختصر کہتے اس نے شاہ زیب کو دیکھا تھا

Copyright by New Era Magazine

جو اسے نظر انداز کرتا نگارش سے مخاطب تھا۔"کتنے دن رکیں گی آپ؟۔۔۔۔۔اور روبانی صاحب کے ساتھ ڈیل کا کیا بنا؟"اس نے رمیسا کی جانب دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔جانتا تھا اگر دیکھے گا تو موم بن جائے گا۔رمیسا نے سر جھکا لیا۔آنکھوں میں آنسو تیزی سے جمع ہونے لگے۔جنہیں وہ بار بار پلکیں جھپک کر اندر دھکیل رہی تھی۔

شاہ زیب کے سوال پہ نگارش نے کان کے پیچھے بال اڑسے اور کہا۔"میں اس بار تم سے بزنس کی باتیں کرنے نہیں آئی شاہ زیب۔میں اس بار تمہارے ولیمے کے لئے آئی ہوں۔"ان کی بات پہ جہاں رمیسا نے جھٹکے سے سر اُٹھایا تھا وہیں شاہ زیب نے بے تاثر سے انداز میں اپنی ماں کو دیکھا تھا۔

"آ۔۔۔۔آنٹی میں چائے دیکھتی ہوں۔"کہہ کر وہ جس تیزی سے اُٹھی تھی نگارش کی بات پہ اسی تیزی سے اسے بیٹھنا پڑا تھا۔وہ کچھ ناراض دکھتی تھیں۔"میں نہیں جانتی تم دونو کیا سوچ رہے ہو۔لیکن میں اب مذید جاننے کی خواہش بھی نہیں رکھتی۔تم دونو کے لئے بہتر یہی ہے کہ اس شادی کو اناؤنس کر دو۔"کہتے انہوں نے دونو کے چہرے دیکھے تھے۔شاہ زیب نے بروقت مسکراتے ماں کا ہاتھ پکڑا۔"ہم اس پہ رات میں

Copyright by New Era Magazine

بات کرں گے ممی۔فلحال آپ مجھے بتائیں ارقم کیسا ہے؟"اس کے سوال نظرانداز کرنے پہ نگارش نے ہاتھ میں ڈالی انگوٹھی کو گھماتے رمیسا کو مخاطب کیا تھا۔

"رمیسا۔۔۔۔آپ اور شاہ زیب ناراض ہیں؟۔۔۔۔یا پھر کوئی اور بات ہے جس کا مجھے علم ہونا چاہیئے؟"ان کے سوال پہ رمیسا مسکرا بھی نہ سکی تھی۔اس نے شکائتی نظروں سے شاہ زیب کو دیکھتے دھیمی آواز میں کہا تھا۔"آپ شاہ سے ہی پوچھ لیں آنٹی۔"کہتی وہ اُٹھ کر کچن کی جانب بڑھ گئی تو نگارش فوراً اس کی جانب گھومی تھیں۔ان کے چہرے پہ ناراضی کے تاثرات دیکھتے شاہ زیب نے چہرہ جھکا لیا تھا۔"ایسے مت دیکھیں ممی۔۔۔۔میں نے اس سے کچھ ایسا نہیں کہا جو اس کو تکلیف دے۔لیکن وہ کچھ ایسا ضرور کہہ رہی ہے۔جس سے مجھے تکلیف پہنچ رہی ہے۔"اس نے ڈھکے چھپے الفاظ میں بتایا تو نگارش نے ہاتھ اُٹھا کر اسے بولنے سے روک دیا تھا۔اور پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے نرمی سے تھپکتے اسے سمجھانے لگی تھیں۔"آپ نے اسے بتایا کہ اس کی بات آپ کو تکلیف دیتی ہے؟"ان کے سوال پہ شاہ زیب نے چونک کر انہیں دیکھا اور پھر سر جھٹکا تھا۔"میں اسے بتاؤں گا تو بھی اسے سمجھ نہیں آئے گی۔اسے لگے گا میں محض اس کا گلٹ ختم کرنے کے لئے ایسا کہہ رہا ہوں۔وہ مجھے اتنا اچھا سمجھتی ہے۔وہ سر جھٹک کر طنز سے ہنس دیا تھا۔جیسے خود کا ہی مزاق اُڑایا ہو۔

Copyright by New Era Magazine

"لیکن میں پھر بھی آپ سے یہی کہوں گی کہ آپ اس سے بات کر کے دل کو کھول لیں۔اپنی اس دل میں رکھنے والی عادت سے اب جان چھڑا لیں شاہ زیب ورنہ بہت مسلے ہوں گے۔اور میں نہیں چاہتی کہ میرے بیٹے کی خوشیوں میں کسی بھی قسم کی پریشانی دیوار بنے۔"ان کے نرم لہجے پہ شاہ زیب نے مصنوعی ناراضی سے آنکھیں گھمائیں تھیں۔"آپ کی اتنی نرمی کی مجھے عادت نہیں ہے میڈم چیئرومن۔۔۔۔۔"ان کو چھیڑتے وہ ان کے گلے لگ گیا تھا۔نگارش نے ہنستے اس کے بال بگاڑے۔مریم چائے لائی تو سب نے مل کر لان کے اچھے ماحول میں خوش گپیوں کے دوران چائے پی تھی۔رمیسا انہیں اپنی روز کی باتیں بتاتی رہی تھی۔جبکہ شاہ زیب خوش مزاجی سے انہیں اپنے دفتری کاموں سے آگاہ کر رہا تھا۔مغرب کی اذان کے ساتھ وہ لوگ اُٹھ کر اندر چلے آئے تھے۔رمیسا کا سارا سامان مریم شاہ زیب کے کمرے میں رکھ چکی تھی۔اس نے نماز کے لئے وضو کے لئے قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھائے تو ایک دم سے ہی اسے نگارش کا سوال یاد آیا تھا۔وہ گہرا سانس بھرتی مڑ کر شاہ زیب کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔جو کمرہ پہلے رمیسا کا ہوا کرتا تھا وہ کمرہ مریم نے نگارش کے لئے مختص کر دیا تھا۔جبکہ وہ کمرے بالکل شاہ زیب کے کمرے کے ساتھ والا تھا۔رمیسا چاہ کر بھی کچھ کہہ نہیں پائی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

اس نے دروازے پہ آہستہ سے دستک دی تو باتھ روم سے وضو کر کے نکلتے شاہ زیب نے آستین کھینچتے آنے کی اجازت دی تھی۔رمیسا نے جھجک کر دروازہ دھکیل کر کھولا اور قدم کمرے میں رکھ دئے۔اس کا سر جھکا تھا ایسے ہی جیسے کہ مجرم ہو۔شاہ زیب نے خاموشی سے اس پہ ایک نظر ڈال کر اس کے قریب سے گزرتے باہر نکلنا چاہا تھا جب رمیسا نے تیزی سے مڑتے اسے مخاطب کیا تھا۔

"آپ مجھ سے ناراض ہیں؟"اس کے سوال پہ وہ لمحے بھر کو رکا مگر پھر کوئی بھی جواب دئے بغیر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔رمیسا اس کے خاموشی سے چلے جانے پہ بند ہوتے دروازے کی خالی چوکھٹ کو دیکھتی رہ گئی تھی۔

وہ چند پل کھڑے رہنے کے بعد آنسو پیتی باتھ روم کی جانب بڑھ گئی تھی۔اس نے رونے کے دوران ہی وضو کیا اور پھر کمرے میں ہی جائے نماز ڈھونڈ کر نماز کی نیت باندھ لی تھی۔اس نے نماز سے فارغ ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو بہت سے آنسو پھر سے اس کی آنکھوں سے نکل کر اس کے گالوں پہ بہہ گئے تھے۔

"یااللہ میں جانتی ہوں کہ آپ کو طلاق کا لفظ نہیں پسند۔۔۔اور رشتوں میں آپ کا پسندیدہ رشتہ میاں بیوی کا ہے۔لیکن اللہ میں اپنے فائدے کے لئے اس شخص کا دل

Copyright by New Era Magazine

نہی مارنا چاہتی جس نے میری خاطر اپنا دل مار لیا۔ یااللہ پلیز مجھے اس آزمائش سے بچائیں میں اپنے شوہر کو اس مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی" بہت کچھ تھا جو بار بار اس کے ہونٹوں پہ آکر رک جاتا تھا۔اس کا دل بار بار جو کہتا رمیسا اس سے نظر چورا کر شاہ زیب کے لئے اور اپنے لئے دعا کرتی رہی تھی۔رونے سے اس کی ہچکی بندھ گئی تھی۔لیکن بہت کچھ تھا جو وہ پھر بھی دعا میں مانگتی رہی تھی۔آدھے گھنٹے بعد شاہ زیب کمرے میں آیا تو اسے جائے نماز پہ بیٹھ کر روتا دیکھ کر اس نے گہرا سانس لیا تھا۔اور قدم اس کے جانب بڑھا دئے۔رمیسا نے اس کے دوزانوں بیٹھنے پہ بھیگی پلکوں کو دعا کے لئے اُٹھے ہاتھوں کے درمیان ڈھک لیا تو شاہ زیب نے گھٹنے فرش پہ ٹکاتے جھک کر اپنا چہرہ اس کی گود میں چھپا لیا تھا۔اس کے رونے پہ وہ بھی اُداس تھا۔وہ اسے تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔لیکن رمیسا کو سمجھانا بہت ضروری تھا۔وہ بے بس تھا کہ وہ تو اس سے محبت کا اظہار کرنے سے بھی ڈر رہا تھا کہ وہ اس کو بھی ترس کا نام نہ دے دے۔

رمیسا نے دعا کے مکمل ہونے کے بعد چہرے پہ ہاتھ پھیرے اور بھیگی نظروں سے شاہ زیب کے جھکے سر کو دیکھا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"آپ مجھ سے ناراض ہیں ناشاہ؟"اس کا سوال پھر سے وہی تھا۔شاہ زیب نے سیدھے ہو کر بیٹھتے گہرا سانس لیتے رونے سے اس کے سرخ پڑتے گالوں کو دیکھا اور پھر اس کے نم ہتھیلوں کو اپنے ہاتھوں کے درمیان رکھ لیا تھا۔

"ریا۔۔۔مجھے نہیں پتا مجھے یہ بات آپ کو کیسے سمجھانی چاہیئے۔لیکن اپنے ذہن میں یہ بات بٹھالیں کہ میری مرضی وہی ہے جو سدرہ آنٹی، ممی اور بابا کی مرضی تھی۔میں ان کو اگر تکلیف دینے کا سوچ نہیں سکتا تو میں اپنے دل کے خلاف بھی کبھی کچھ نہیں کروں گا۔آپ کو میرے لئے رونے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"اس کے نرم مگر گھمبیر اور سنجیدہ لہجے میں سمجھانے پہ رمیسا نے ہچکی کے دوران سر اثبات میں ہلایا تھا۔شاہ زیب چند پل اس کے سرخ پڑتی بھوری آنکھوں کو دیکھتا رہا اور پھر اُٹھ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔رمیسا نے کمرے سے نکلنے تک اسے دیکھا تھا۔

کھانے کی میز لگا کر مریم چلی گئی تھی۔وجہ خادم کا بخار تھا۔جو آفس سے گھر آیا تو بخار میں پھنک رہا تھا۔شاہ زیب نے اسے ڈراءور کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جانے کو کہا تو اس نے منع کر دیا تھا۔رمیسا نے مریم کو جانے کا کہا تو وہ شکریہ کہہ کر اجازت لیتی انیکسی

Copyright by New Era Magazine

بھاگ گئی تھی۔وہ پانی کا جگ میز پہ رکھ کر بیٹھی تو اکیلے شاہ زیب کو سڑھیاں اُتر کر آتا دیکھ کر اس نے پوچھا تھا۔

"آنٹی نہیں آرہیں؟"اس کے سوال پہ شاہ زیب نے شانے اچکائے جیسے کہا کہ میں تو وہاں نہیں گیا مجھے تو علم بھی نہیں۔رمیسا اس کے شانے اچکانے پہ ناراضی سے اسے دیکھ کر خود کرسی سے اُٹھ کر نگارش کے کمرے کی جانب بڑگ گئی تھی۔جبکہ شاہ زیب خاموشی سے کرسی گھسیٹ کر خود بیٹھ گیا۔یقیناً اگر وہ ممی کو بلانے جاتا تو وہ اس سے ضرور ولیمے کے حوالے سے استفسار کرتیں اور وہ فلحال اس بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا۔جب تک کہ رمیسا اپنا کوئی فیصلہ نہ کر لیتی۔

اس نے نگارش کے کمرے کے سامنے رکتے دروازے پہ دھیمی آواز میں دستک دی تو دوسری طرف سے اسے اندر بلا لیا گیا تھا۔وہ اجازت ملنے پہ اندر داخل ہو گئی۔

"آنٹی کھانا تیار ہے۔۔۔۔"وہ آنکھوں پہ نظر کا چشمہ لگائے میز پہ لیپ ٹوپ رکھے مصروف سی صوفے پہ بیٹھی تھیں۔جب رمیسا کی بات پہ اُنہوں نے نظر کے چشمے کے اوپر سے اسے دیکھ کر بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔وہ جھجک کر بیڈ کی پائنتی پہ بیٹھ گئی۔تو اُنہوں نے لیپ ٹوپ کی سکرین گلا کر ٹانگ پہ ٹانگ چڑھاتے گھٹنوں پہ دونو ہاتھ رکھ لئے تھے۔وہ مکمل طور پر رمیسا کی جانب متوجہ تھیں۔

Copyright by New Era Magazine

"رمیسا آپ اس رشتے کو قائم رکھنا چاہتی ہیں؟"ان کے سوال پہ رمیسا نے خالی نظروں سے انہیں دیکھا تو وہ اس کو ذہنی طور پہ اُلجھا دیکھ کر رہ گئی تھیں۔"آپ کے ہر فیصلے کا سراسر اختیار آپ کے پاس ہے۔میں یا شاہ زیب آپ کے فیصلے پہ انگلی اُٹھانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔میں سمجھتی ہوں کہ اس رشتے کی کاغذی بنیاد کئی سال پہلے بنی تھی۔لیکن اصل رشتہ وہی ہوتا ہے جس میں ذہنی اور دلی وابستگی شامل ہو۔۔۔۔۔"رمیسا نے ان کی بات پہ سر نفی میں ہلاتے کہا"آنٹی میں اس رشتے کو قائم رکھنا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔سچ کہوں تو اس کی وجہ دلی وابستگی شائد کہیں نہیں ہے۔کیونکہ۔۔۔۔۔"وہ کہتے کہتے ایک دم سے رک گئی تھی۔پھر اس نے گہرا سانس لیتے نگارش کی آنکھوں میں دیکھتے دوبارہ کہا تھا۔"میں اس رشتے کو مما اور نانا کی وجہ سے قائم رکھنا چاہتی ہوں۔اور سچ پوچھیں تو شاہ زیب میں ایسی کوئی کمی نہیں ہے جو کسی بھی شخص کو ان سے محبت کرنے سے روکے۔۔۔۔۔لیکن آنٹی میں شاہ زیب کو اپنی وجہ سے کسی بھی قسم کی تکلیف میں مبتلا نہیں کرنا چاہتی۔میں نہیں چاہتی وہ میری وجہ سے suffer کریں۔وہ اتنے اچھے ہیں کہ اگر ان کو جانے کا موقع بھی ملے گا تو وہ تب بھی نہیں جائیں گے۔لیکن میں ایسے ان کو اپنے ساتھ باندھنا نہیں چاہتی۔سچ پوچھیں تو میں اپنے اور اپنے لائف پاٹنر کی زندگی میں صرف محبت دیکھنا چاہتی

Copyright by New Era Magazine

ہوں۔کیونکہ ان چاہی شادیوں کا انجام میں نے بہت بُرا دیکھا ہے۔"اس کے اندر کا ایک غبار تھا جو آہستہ آہستہ نکل رہا تھا۔نگارش نے گہرا سانس لیا۔

"رمیسا مجھے نہیں پتا آپ شاہ زیب کے بارے میں کیا رائے رکھتی ہیں۔اس لئے میں کہوں گی۔کہ آپ دونو مل کر بیٹھیں اور اس مسلے کا کوئی حل نکالیں۔۔۔۔کیونکہ میں آپ دونو کو یوں وقت ضآئع نہیں کرنے دوں گی۔ایک ماہ سے ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔اگر آپ اس رشتے پہ قائم رہنا چاہتی ہیں تو کچھ مت سوچیں اسے تھام لیں۔لیکن اگر آپ ایسا نہیں چاہتیں تو شاہ زیب کو صاف لفظوں میں بتا دیں۔"نرمی سے مگر رعب سے کہتے وہ اپنی جگہ سے اُٹھیں تھیں۔رمیسا نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"بابا مجھے آپ سے بات کرنی ہے"کھانے کے بعد عالم شہریار سٹڈی روم کی طرف جا رہے تھے جب وہ اُٹھ کر ان کے پیچھے بڑھی تھی۔اس کی پکار پہ وہ بغیر مڑے بولے تھے۔"لیکن مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔"خشک مزاجی سے کہتے اُنہوں نے قدم آگے بڑھائے تو عصمت ہڈ دھرمی سے بولی تھی۔ٹھیک ہے آج مت سُنیں لیکن کل آپ کو سُننی پڑے گی۔اور تب آپ پچھتائیں گے کہ آپ نے میری بات نہیں

Copyright by New Era Magazine

سُنی۔ کہتی وہ تیزی سے مڑ کر اپنے کمرے کی جانب جاتی سڑھیاں چڑھ گئی تو عالم شہریار نے غصے میں اسے جاتے دیکھا تھا۔

اس نے کمرے میں آتے ہی زور سے دروازہ بند کیا تھا۔ باپ بیٹی کو لاؤنج سے اُلجھتا دیکھ کر عشرت تیزی سے اس کے کمرے کی جانب بڑھی تھیں۔ جبکہ عبیرہ نظرانداز کرتی ملازمین کے ساتھ مل کر ڈائنگ ٹیبل سے برتن اُٹھا رہی تھی۔ وہ چہرے سے ماں ہی کی طرح عصمت کے لئے پریشان لگتی تھی۔ عصمت اس جیسی نہیں تھی جو تحمل مزاج تھی۔ وہ اس سے بالکل مختلف تھی۔

اس نے کمرے میں آتے ہی غصے میں گلے میں ڈالا سیاہ دوپٹا اُتار کر دور صوفے کی جانب اُچھالا اور پھر بیڈ سے تکیئے اُٹھا کر زمین کی جانب اُچھالتے وہ بیڈ پہ بیٹھ گئی تھی۔ عشرت نے دروازہ کھول کر قدم کمرے میں رکھے تو اس نے شکوہ کرتی نظروں سے ماں کو دیکھا تھا۔ وہ گہرا سانس لیتی اس کی جانب بڑھیں۔ "عصمت تم یہ سب کیوں کر رہی ہو؟" وہ پریشانی سے پوچھتی اس کی جانب بڑھیں تو اس نے غصے میں مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔ اور ساتھ ہی غصے میں تقریباً دھاڑی تھی۔ "آپ دیکھ نہیں رہیں میں یہ سب کیوں کر رہی ہوں؟" اس کے ہلق کے بل چلانے پہ اُنہوں نے کانوں پہ ہاتھ رکھ لئے تھے۔

Copyright by New Era Magazine

"چیخو مت۔۔۔۔" وہ بھی اسے ڈانٹنے لگی تھیں اس نے ناراضی سے سر جھٹکا۔

"میں آپ نہیں ہوں امی جو بابا اور بی بی جان کے ہر ظلم پہ منہ بند کر کے بیٹھی رہوں گی۔ میں کسی صورت یہ سب برداشت نہیں کروں گی۔"

"تو کیا کرو گی تم؟" وہ اسے سمجھا سمجھا کر تھک چکی تھیں۔ لیکن اس کی سمجھ میں کوئی بات نہیں پڑتی تھی۔ عصمت نے ماں کے سوال پہ اُٹھ کر صوفے سے دوپٹا اپنے گلے میں ڈالا تھا۔ "میں بابا کو بتاؤں گی کہ میں ان ہی کا خون ہوں۔" کہتے وہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔ عشرت اس کے لہجے کی لاپرائی پہ بے چین سی اس کے پیچھے بھاگی تھیں۔ لیکن وہ سڑھیاں اُتر کر سب کو نظر انداز کرتی باہر نکل گئی تھی۔ اس کو باہر نکلتے دیکھ کر عشرت کے قدموں کے تلے سے جیسے زمین نکل گئی تھی۔ جبکہ لاؤنج میں کھڑی عبیرہ نے بھی پریشانی سے ماں کو دیکھا تھا۔

"یہ باجی کہاں جا رہی ہیں؟" دبی دبی آواز میں ماں کی طرف بڑھتے اس نے پوچھا تو وہ جو ہراساں سی تھیں۔ سہمی ہوئی سر نفی میں ہلاتے بولی تھیں۔ میں نہیں جانتی یہ کہاں گئی ہے۔ اور کیا کرے گی۔ لیکن اگر تمہارے بابا یا بی بی جان کو علم ہو گیا کہ عصمت یوں بغیر چادر کے اور بغیر کسی مرد کے گھر سے باہر نکلی ہے۔ ہم سب کو زندہ زمین میں درغور کر دیں گے۔" ان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ کہ وہ خود اس کے پیچھے جائیں یا پھر

Copyright by New Era Magazine

کسی کو بھیجیں۔ عبیرہ تیزی سے کچن کی جانب بھاگی تھی جہاں اس کی خادمہ خاص برتن دھو رہی تھی۔

"بانو بات سُنو۔۔۔۔۔" بانو جو کہ برتن دھوتے اپنی ہی سوچوں میں تھی عبیرہ بی بی کی پکار پہ فوراً اس کی جانب گھومی تھی۔ ہاتھ میں پکڑی پلیٹ اس نے سنک میں رکھ دی تھی۔

"جلدی سے میرے پیچھے آؤ۔" کہہ کر وہ باہر نکل گئی تو اس کے یوں عجیب سے لہجے میں بولنے پہ وہ اُلجھ کر سر ہلاتی ہاتھ دھو کر تیزی سے اس کے پیچھے بڑھ گئی تھی۔ عبیرہ اسے ہاتھ سے پکڑے راہداری میں ایک جانب لے گئی تھی۔

"عصمت باجی ابھی بابا سے ناراض ہو کر باہر گئی ہیں۔ جاؤ جا کر ان کو دیکھو۔ اور دھیان رہے کسی کو پتہ نہ چلے۔ اور اگر پتہ چلا تو کیا ہو گا اس کا تمہیں بھی علم ہے۔" اسے وارننگ دینے والے انداز میں کہتے اس نے اسے جانے کا اشارہ کیا تو بانو ڈر کر سر ہلاتی سر پہ چادر درست کرتی تیزی سے باغیچے کی جانب بڑھ گئی تھی

حویلی کے دو حصے تھے، ایک مردانہ جہاں زیادہ تر وقت مرد گزارتے تھے۔ گو کہ حویلی میں عطاء اور عالم شہریار کے سوا اور کوئی مرد موجود نہیں ہوتا لیکن باقی جو دور نزدیک

Copyright by New Era Magazine

کے مرد رشتے دار یا دیگر مزارے آتے تو سبھی مردانے میں ہی آکر عالم شہریار سے ملتے تھے۔ جبکہ دوسرا حصہ خواتین کا تھا۔

حویلی کے آگے بڑا باغیچہ تھا۔ جس میں سے آدھا حصہ محض چھوٹی چھوٹی گھاس اور پھول پودوں سے بھرا تھا۔ جبکہ دوسرا حصہ بڑے بڑے رنگ رنگ کے درختوں سے بھرا تھا۔ جہاں زیادہ تر جرگہ بیٹھ کر فیصلہ کرتا تھا۔ گو کہ باغیچے میں پردے کا انتظام تھا۔ مگر پھر بھی عورتوں کو باہر نکلنے کی پابندی تھی۔ اور عصمت نے ہمیشہ کی طرح آج پھر سے حویلی کا یہ اُصول بھی بغیر ڈرے توڑ دیا تھا۔

وہ باغیچے کے سامنے والے حصے سے ہو کر آموں کے درخت تلے آکر بیٹھ گئی جہاں صرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ اور غیر محسوس انداز میں اس نے گلے میں ڈالا دوپٹا سر پہ ڈال لیا تھا۔

وہ گھٹنوں پہ سر ڈالے رونے میں مشغول تھی۔ جب کسی کام سے حویلی کی طرف جاتا اسفند درخت تلے غلابی رنگ لباس میں سر پہ سیاہ دوپٹا ڈالے بیٹھی لڑکی کو دیکھ کر رک گیا تھا۔ اسفند حویلی کا ملازم تھا جسے عالم شہریار نے زمینو کے لئے رکھا تھا۔ وہ زیادہ تر زمینوں کے ہی کام کرتا تھا۔ جبکہ عطاء کے انڈر فیکٹریوں کام تھا۔ وہی تھا جو زیادہ امپورٹ اسپورٹ کا کام دیکھتا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

وہ جانتا تھا وہ اُداس بیٹھی لڑکی کون ہے۔اس نے اطراف میں ایک نظر گھمائی اور پھر قدم درخت کے نیچے بیٹھی لڑکی کی جانب بڑھا دئے تھے۔

"عصمت بی بی آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟"اس کے لہجے میں نرمی تھی۔اور آواز احترام لئے دھیمی تھی۔اسفند کی آواز پہ عصمت نے بھیگا چہرہ اُٹھا کر اسے بڑے شکوہ کرتی نظروں سے دیکھا تو اسفند نے چہرے سے نظر ہٹا کر نظر موڑ لی تھی۔

"مجھے ایسے مت دیکھیں عصمت بی بی۔۔۔۔بس میری غلطی مجھے بتا دیں میں گھٹنوں پہ جھک کر معافی مانگ لوں گا۔"اس کے نظر چورا جانے پہ عصمت طنز سے ہنس دی تھی۔ساتھ ہی وہ کپڑے جھاڑتی اُٹھ کھڑی ہوئی اور قدم اس کی جانب بڑھائے۔

"تمہاری غلطی یہ ہے اسفند کے تم عالم شہریار کے ملازم ہو۔اور تم میں گٹس نہیں ہیں کہ تم مجھے حویلی والوں کی گرفت سے کہیں دور لے جاؤ۔"اسفند فوراً اپنے قدموں پہ پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"میں معافی چاہتا ہوں عصمت بی بی جو اگر آپ کو میرے رویے پہ کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔میں چلتا ہوں مجھے کام ہے۔آپ بھی باہر مت بیٹھیں اندر چلی جائیں کسی نے دیکھ لیا تو تماشا بن جائے گا۔"کہتا وہ اس کی جانب یوں ہی دیکھے بغیر تیزی سے حویلی کی جانب بڑھ گیا تھا۔اس کو جاتے دیکھ کر عصمت نے زمین سے پتھر اُٹھا کر پوری قوت

Copyright by New Era Magazine

سے اس کے پیچھے اُچھالا تھا۔اور پوری قوت سے ہلق کے بل چلائی تھی۔اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں قسم کھاتی ہوں میں اپنی جان لے لوں گی۔وہ بھی عصمت تھی۔اسفند نہیں رکا چلتا رہا۔جانتا تھا۔اگر آج وہ اس کے سامنے کمزور پڑ گیا تھا رسوائی ہی حصے آئے گی۔عصمت کے بھی اور اس کے بھی۔اسے اپنی پروا نہیں تھی۔لیکن وہ کسی صورت بھی عصمت کو اپنے نام کی وجہ سے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔

"نفرت کرتی ہوں میں تم لوگوں سے۔۔۔۔"اس کے نہ رکنے پہ وہ کہتی اڑ کر وہ وہیں بیٹھ گئی تھی۔اب اس نے کہا تھا کہ وہ اندر جائے تو وہ کسی صورت نہیں جائے گی چاہے کچھ ہو جائے۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"شاہ آپ چائے پئیں گے؟"کھانے کی میز سے برتن اُٹھا کر وہ مڑا ہی تھا جب اس نے کچن سے نکلتے اس سے پوچھا تھا۔شاہ زیب نے بغیر مڑے سر اثبات میں ہلایا اور پھر لاؤنج میں ٹی وی دیکھتی نگارش کی جانب بڑھ گیا۔رمیسا گہرا سانس لیتی واپس کچن کی جانب بڑھ گئی تھی

"آپ اس سے ناراض ہیں؟"رموٹ سے آواز ہلکی کرتے نگارش نے اس سے پوچھا تو ان کے ساتھ بیٹھتے اس نے سر نفی میں ہلایا تھا۔"میں اس سے ناراض نہیں رہ سکتا

Copyright by New Era Magazine

ممی۔۔۔آپ جانتی ہیں وہ میری زندگی ہے۔"اس کے لہجے میں دکھ تھا۔نگارش نے گہرا سانس لے کر اس کا چہرہ اپنی جانب موڑتے کہا۔"تو اسے بتادیں شاہ زیب ۔۔۔۔۔میں آپ دونو کو یوں الگ الگ دیکھ کر بالکل خوش نہیں ہوں۔میں چاہتی ہوں اس گھر میں آپ دونو کے بچے کھلیں اور میرے پاس کوئی بہانا ہو لندن سے پاکستان شفٹ ہونے کا۔"ان کی بات پہ مسکرایا تھا۔"آپ کی بات پہ میں سوچ رہا ہوں کہ اگر وہ سُن لے تو وہ کیسے اظہار کرے گی۔"نہ چاہتے ہوئے بھی رمیسا کا سرخ پڑتا چہرہ آنکھوں کے سامنے گھوما تو وہ مسکرادیا تھا۔نگارش بھی مسکرادیں۔

رمیسا چائے لے کر آئی تو شاہ زیب نے بات بدل دی تھی۔جبکہ چائے پیتے رمیسا نے کئی بار شاہ زیب کی نظر خود پہ محسوس کی تھی۔لیکن جب جب وہ اس کی چوری پکڑنے کی کوشش کرتی وہ اسے کسی اور ہی طرف دیکھتا نظر آتا تھا۔اور وہ اپنی غلطی فہمی سمجھ کر سر جھٹک دیتی۔

چائے کے بعد وہ کچھ دیر بیٹھی تھی لیکن جب شاہ زیب اور نگارش بزنس کی باتیں کرنے لگے تو وہ بور سی ہو کر پڑھائی کا کہہ کر کمرے میں آگئی تھی۔

اس نے کمرے میں قدم رکھے تو روشن کمرے میں پھیلی روشنی میں نم جنگلی پتوں کی بھینی بھینی خوشبو نے اس کو متوجہ کیا تھا۔یہ وہی خوشبو تھی جو شاہ زیب سے اُٹھتی

Copyright by New Era Magazine

تھی۔رمیسا نے قدم قدم چلتے کمرے کے وسط میں رک کر کمرے پہ ایک طائرانہ نظر گھمائی تھی۔

کمرہ وسیع مگر سادھا سا تھا۔ایک چوکلیٹ براؤن جہازی سائز بیڈ پہ سفید لحاف ڈالے تھے۔دائیں جانب وسیع کھڑکی تھی۔جس کے سامنے سے بھاری چوکلیٹ براؤن پردے ہٹے اور سفید جالیدار پردے جھول رہے تھے۔جو کھلی کھڑکیوں سے آتی ہوا میں کبھی کبھی جھولتے تھے۔وہیں جدید طرز کا ڈریسنگ ٹیبل رکھا تھا جس پہ مریم نے آج ہی اس کی استعمال کی تمام چیزیں رکھی تھیں۔رمیسا ڈریسنگ ٹیبل سے پشت ٹکا کر کمرے کو دیکھ رہی تھی۔بیڈ کے سامنے ٹی وی کے لئے ایک بلوری میز دھری تھی جس پہ ٹی وی دھرا تھا اور قریب ہی ایک جانب اسٹینڈ پہ میوزک پلئیر رکھا تھا جس پہ مختلف سنگرز کے ایلبمز رکھے تھے۔ٹی کے ساتھ ہی کچھ فاصلے پہ ایک دیوار گیر کتابوں کی شیلف تھی جس میں چند امریکن ناولز رکھے تھے۔رمیسا نے کتابوں کی جانب قدم بڑھائے ہی تھے جب شاہ زیب دروازے کا ہینڈل گھما کر کھولتا اندر داخل ہوا۔اور رمیسا کو کمرے کے وسط میں کھڑا دیکھ کر ٹھٹک کر رک گیا تھا۔

"آپ پڑھ نہیں رہیں؟"اس کے لہجے میں جیسے ناراضی تھی۔رمیسا مڑ کر سائڈ ٹیبل پہ دھری اپنی کتابوں کی جانب بڑھی اور اُٹھا کر کھڑی ہو گئی تھی۔اس نے لیپ ٹوپ

Copyright by New Era Magazine

اُٹھاتے اس نے بیڈ پہ ہی بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور پھر خود صوفے پہ بیٹھتے لیپ ٹوپ کھول لیا تھا۔ رمیسا چند لمحے کھڑی اسے دیکھتی رہی جو اس کو بظاہر مکمل طور پر نظر انداز کر رہا تھا اور کانو میں بلیوٹتھ لگا کر کسی سے انگریزی میں گفتگو کرنے لگا تھا۔ وہ گہرا سانس لے کر لیمپ جلا کر بیڈ پہ بیٹھتی کتابیں کھول گئی تھی۔ لیکن رمیسا جانتی تھی شاہ زیب کے وہاں ہوتے وہ کسی صورت پڑھ نہیں سکتی تھی۔

(باقی آئندہ انشاءاللہ!)

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نوٹ

دھڑکنیں از قلم زمرالٰہی پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

Copyright by New Era Magazine

ہمیں اپنی ویب نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگرآپ ہماری ویب پراپناناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کرواناچاہیں تواردو میں ٹائپ کرکے مندرجہ ذیل ذرائع کااستعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کردی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کااستعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیوایرا میگزین

Copyright by New Era Magazine